متاعِ زیست

آخری متفرق کلام

(حمدیہ، نعتیہ، مناقب، غزلیات، رباعیات)

از

پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

باہتمام

پیر سید غلام نظام الدین جامی گیلانی قادری
سجادہ نشین دربارِ عالیہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

متاعِ زیست

آخری متفرق کلام

(حمدیہ، نعتیہ، مناقب، غزلیات، رباعیات)

از

پیر سیّد نصیر الدّین نصیرؔ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

باایما

پیر سیّد غلام نظام الدّین جامیؔ گیلانی قادری

سجّادہ نشین دربارِ عالیہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف

نام کتاب	:	متاعِ زیست
مصنف	:	پیر سیّد نصیر الدین نصیر گیلانی رحمتہ اللہ علیہ
اشاعت	:	باردوم
کمپوزنگ و ڈیزائنگ	:	محمد دانش نجم
ناشر	:	مہریہ نصیریہ پبلشرز گولڑہ شریف
نگرانی طباعت	:	حاجی عبدالقیوم گولڑوی
مطبع	:	حمزہ پرویز پرنٹرز، راولپنڈی
تعداد	:	1100

سن طباعت	:	جمادی الاوّل 1434ھ بمطابق مارچ 2013ء

حسنِ ترتیب

بَباغ و راغ گہر ہائے نغمہ می پاشم
گراں متاع و چہ ارزاں زِکُند بازاری است

اقبالؔ

نُطقِ اوّل

لِلّٰہ نگاہے کن اے یارِ پری رُویم
گردید نصیرؔ تو دیوانہ و سودائی

شاعری ایک پاکیزہ وارفع فن ہے جو کہ ہر خاص وعام کے حصہ میں نہیں آتا، پانچویں صدی ہجری کے معتبر مصنف نظامی عروضی سمرقندی چہار مقالہ میں شاعر کی صفات کے بارے میں فرماتے ہیں: شاعر کو پاک سرشت، عظیم فکر، صحیح طبیعت، نیک فکر اور باریک بین ہونا چاہیے وہ مختلف علوم میں کامل دسترس رکھتا ہو اور رسومات میں عمدہ ہو، جس طرح شعر ہر علم میں استعمال ہوتا ہے اِسی طرح ہر علم شعر میں استعمال ہوتا ہے اور شاعر کو گفتگو کی محفل میں خوش گفتار ہونا چاہیے اور محافل میں ہنس مکھ اور ملنسار۔ اس کا شعر فصاحت و بلاغت کے اس درجے تک پہنچا ہونا چاہیے کہ زمانہ کے صفحہ پر لکھا جائے اور آزاد لوگوں کی زبانوں پر جاری ہو۔ لوگ اسے بیاضوں پر لکھیں اور بازاروں میں پڑھیں۔ اگر شعر اِس درجہ تک پہنچا ہوا نہ ہو تو وہ تاثیر سے محروم ہوگا اور وہ

شعر اپنے مالک سے پہلے مر جاتا ہے اور جب اسے اپنی بقا میں کوئی اثر حاصل نہیں ہے، کسی دوسرے کے نام کی بقا میں کیا اثر حاصل ہوگا؟

شاعر اس وقت تک اس درجے تک نہیں پہنچتا جب تک کہ وہ جوانی کے آغاز میں اور جوانی کے زمانے میں متقدمین کے بیس ہزار اشعار یاد نہ کرے اور متاخرین کے دو ہزار اشعار آنکھوں کے سامنے سے نہ گزارے اور مسلسل اساتذہ کے دیوان پڑھے اور سیکھے کہ کلام کی باریکیوں اور پیچیدگیوں میں اُن کی آمد ورفت کس طرح رہی ہے تاکہ شعر کے طریقے اور اقسام اس کی طبیعت پر نقش ہو جائیں اور شعر کی اچھائی اور برائی اس کی عقل کے صحیفہ پر منقش ہو جائے۔

صوفیائے عظام اور اولیائے کرام کی ایک خاصی تعداد ہے جو کہ عمدہ و نفیس شاعری کرتے رہے ہیں اسی صف کی کڑی پیر سیّد نصیر الدین نصیرؔ گیلانی گولڑوی بھی تھے۔ آپ قبلۂ عالم حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ گیلانی گولڑوی کے پڑپوتے تھے جو کہ خود ایک بڑے عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے عظیم المرتبت شاعر تھے۔

سیّد نصیرؔ گیلانی صاحب مذکورہ بالا صفات کے حامل تھے۔ آپ بہ یک وقت عالم دین شاعر بے بدل اور ایک اچھے موسیقار بھی تھے۔ آپ کی شخصیت بارعب اور دبدبہ والی تھی۔ عصر حاضر کے مقبول ترین شاعر تھے۔ نصیرؔ صاحب کے شاعرانہ اسلوب میں فارسی، عربی الفاظ وتراکیب سے خصوصی رغبت کا اظہار کیا گیا ہے۔ آپ کی شہرت اردو دُنیا تک ہی محدود نہیں بلکہ بین الاقوامی سطح تک ہے۔

خیال وجذبہ کی عکاسی اور عمدہ اسلوب کی لطافتؔ کی وجہ سے ایک ممتاز مقام کے حامل تھے۔ اس زمانہ میں ایسی مثال اب کہیں نہیں ملتی۔ میں بڑے وثوق سے اور دعوے سے کہتا ہوں کہ حضرت پیر نصیر الدین نصیؔر گیلانی جیسی شخصیت اب اس دُنیا میں کہیں نہیں ہے۔

خیال و خواب کی صورت بکھر گیا ماضی
وہ محفلیں ، نہ وہ قصے نہ اب وہ افسانے
بدل گئے ہیں تقاضے مزاجِ وقت کے ساتھ
نہ وہ شراب ، نہ ساقی نہ اب وہ میخانے

حضرت نصیر الدین علیہ الرحمتہ کی زیست کے آخری لمحات کا تخیل بڑا پختہ وارفع ہے۔ مختلف اصناف میں کہی گئی شاعری بے مثال ہے۔ حمد، نعت، منقبت، غزل اور رباعی پر مشتمل (متاعِ زیست) کے نام سے بڑا خوبصورت مجموعہ ہے۔

نصیؔر گیلانی علیہ الرحمتہ بالخصوص نعت رسولِ مقبول ﷺ اور صنف غزل کے بادشاہ تھے۔ نعت میں ضخیم مجموعہ "دیں ہمہ اوست" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ علاوہ ازیں امام احمد رضا فاضل بریلویؒ کی چند نعتوں پر تضمین بھی لکھی ہے جس کا ایک بیدار مغز قاری ہی انصاف کر سکتا ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ سے والہانہ عشق اور محبت کی شدت کا اظہار بڑی عاجزی سے کیا گیا ہے اور آپ سے بڑی اُمیدیں وابستہ کیئے ہوئے ہیں۔ اشعار میں خوبصورت الفاظ کا چناؤ اور تکرارِ لفظی سے موسیقیت پیدا ہوتی ہے۔

لَو مدینے کی تجلی سے لگائے ہوئے ہیں
دل کو ہم مطلعِ انوار بنائے ہوئے ہیں
حاضر و ناظر و نور و بشر و غیب کو چھوڑ
شکر کر وہ ترے عیبوں کو چھپائے ہوئے ہیں
کیوں نہ پلڑا ترے اعمال کا بھاری ہو نصیرؔ
اب تو میزان پہ سرکار بھی آئے ہوئے ہیں

حضرت سیّد نصیر الدین نصیرؔ گیلانیؒ کو اپنے نانا سرورِ کائنات ﷺ سے شفاعت کا یقین ہے۔ یہ ہر صوفی کا تخیل مختلف ہے۔ علامہ اقبال حضورِ اکرم ﷺ سے اپنے اعمال کی وجہ سے شرمندہ ہیں اور بارگاہِ ایزدی میں عرض گزاری کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روزِ محشر عذر ہائے من پذیر
ور حسابم را تو بینی نا گزیر
از نگاہِ مصطفیٰ پنہاں بگیر

لیکن نصیرؔ صاحبؒ نعتیہ اشعار میں متعدد جگہ پر اسی خیال کو پیش کرتے ہوئے مختلف انداز میں طبع آزمائی کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

مجھ پہ محشر میں نصیرؔ اُن کی نظر پڑ ہی گئی
کہنے والے اِسے کہتے ہیں ”خدا کا کرنا“

علاوہ ازیں:

جو پُل صراط پہ ہم پر بھی پڑ گئی وہ نظر
تو پھر نصیرؔ سمجھ لو کہ پار ہم بھی ہیں

اسی طرح ایک اور جگہ پر رقمطراز ہیں:

تجھ کو نصیرؔ اب کیا خوفِ دوزخ
پُل پر کھڑا ہے خود کملی والا

کڑی دھوپ کے سفر میں نہیں کچھ نصیرؔ کو غم
ترے سایۂ کرم میں یہ غلام چل رہا ہے

مناقب کے حوالے سے سیّد نصیرؔ کو بڑا ملکہ حاصل تھا اس سے پہلے ''فیضِ نسبت'' کے نام سے مجموعہ مناقب چھپ چکا ہے۔ ''متاعِ زیست'' میں مناقب کی ترتیب کچھ اس طرح ہے۔ سب سے پہلے حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہؓ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم، سیّدہ فاطمۃ الزہرہؓ، حضرت امام حسین علیہ السلامؑ، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور خواجہ گیسو درازؒ، سیّدہ عائشہ صدیقہؓ کی مدح، میری نظر میں اس سے پہلے نہیں گزری، سیّد نصیرؔ صاحب کی طبع آزمائی ملاحظہ ہو۔

ان کی عصمت کی ہیں آیاتِ برأت پہرہ دار
سورۂ النور تیغِ بے نیامِ عائشہؓ

عائشہؓ کے اس شرف کو بھی ذرا ملحوظ رکھ
اپنے منہ سے مصطفیٰؐ لیتے تھے نام عائشہؓ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی تعریف بھی منفرد انداز میں پیش کرتے ہیں۔

منظر فضائے دہر میں سارا علیؓ کا ہے
جس سمت دیکھتا ہوں ، نظارا علی کا ہے
اے ارضِ پاک! تجھ کو مبارک کہ تیرے پاس
پرچم نبی کا ، چاند ستارا علیؓ کا ہے

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرہؓ کی بارگاہ میں ہدیہ عقیدت پیش کرتے ہوئے۔

نہ پھیر آج مجھے اپنے در سے تو خالی
کہ تیرے بابا ہیں شاہوں کے شاہ یا زہراؓ
بہ روزِ حشر نہ پرساں ہو جب کوئی اِس کا
ملے نصیرؔ کو تیری پناہ یا زہراؓ

نصیرؔ گیلانی صاحب کو شاعری پر بڑی قدرت حاصل تھی، جس موضوع یا صنف پر طبع آزمائی فرماتے بہ طورِ احسن نبھاتے۔ اُردو ادب کے قدیم و جدید محاوروں کو استعمال کرتے تھے۔ لکھنؤ اور دہلی کا سا مزاج بھی آپ کی اُردو شاعری میں ملتا ہے۔ الفاظ کا چناؤ، صنائع بدائع کا استعمال اور محاوروں کو بڑی خوبی سے اپنے شعروں میں پروتے تھے۔

دہلی اور لکھنؤ، زبان وادب اُردو کے حوالے سے مشہور ہیں لیکن ان سے کہیں پہلے جنوبی ہند یعنی دکن میں اُردو شاعری کا آغاز ہوا۔ اُردو ادب کا پہلا صاحب دیوان شاعر محمد قلی قطب شاہ دکن کا قطب شاہی فرمانروا تھا۔ ولی دکن کا ایسا شاعر تھا جو دہلی میں اُردو غزل گوئی کے فروغ کا باعث بنا۔ جب دہلی کے فارسی گو شعراء نے دلکش اسلوب میں ولی دکنی کی خوبصورت غزلیں سنیں تو انہیں احساس ہوا کہ اُردو میں تخلیقی جوہر کا اظہار ہو سکتا ہے۔ یوں دہلی کی ادبی فضائیں اُردو غزل سے گونجنے لگیں۔ میر تقی میرؔ، محمد رفیع سوداؔ اور میر دردؔ کی صورت میں غزل نے بے حد ترقی حاصل کی۔ ان کے بعد لکھنؤ میں آتش اور ناسخ نے نام کمایا اور پھر دہلی میں غالبؔ، مومنؔ، ذوقؔ اور ظفر جیسے بڑے شاعر پیدا ہوئے۔ ان کے بعد حالیؔ سے لے کر علامہ اقبال تک تابندہ اسماء کی کہکشاں ملتی ہے۔

پیر سیّد نصیر الدین نصیرؔ صاحب کی غزل اساتذہ کی غزل محسوس ہوتی ہے۔ آپ کی شاعری میں لکھنوی اور دہلوی مزاج ملتا ہے، اور آپ کا دل عشق حقیقی کا آتش کدہ ہے۔ اشعار میں روانی، خوبصورت قافیے اور ردیفیں استعمال کرتے ہیں اگر مقطع کو نہ پڑھیں تو اساتذہ کا کلام محسوس ہوتا ہے۔

نہ تم آئے شب وعدہ ، پریشاں رات بھر رکھا
دیا اُمیّد کا میں نے جلا کر تا سحر رکھا

سنا ہے کھل گئے تھے ان کے گیسو سیر گلشن میں
صبا تیرا برا ہو تو نے مجھ کو بے خبر رکھا

نصیؔر صاحب کی خوبصورت غزل جو کہ فارسی اساتذہ کے تتبع میں کہی گئی ہے۔

سوئے گلشن وہ ترا گھر سے خراماں ہونا
سرو کا جھومنا ، غنچوں کا غزل خواں ہونا
خوبرو گرچہ ہوئے اور بھی لاکھوں لیکن
تجھ سے مخصوص رہا خسروِ خوباں ہونا
یہ تو اندر کا مرے درد ہے ، دکھ ہے ، غم ہے
میرے رونے پہ کہیں تم نہ پریشاں ہونا

حضرت امیر خسروؔ کے تتبع میں خوبصورت تخیل ملاحظہ ہو:

لُوٹے ہے دل والوں کو رنگِ ترکانہ تیرا
دُنیا دیوانی تیری ، عالم دیوانہ تیرا
پیتے ہیں قسمت والے ساقی پیمانہ تیرا
رندوں کی جائے سجدہ ، بابِ میخانہ تیرا

عمر خیام کی طرح نصیر صاحب، شراب، ناب، ساقی، پیمانہ اور میخانہ کے الفاظ کا استعمال کرتے ہیں نصیؔر صاحب کی رُباعیات بھی خیام کی رُباعیاں محسوس ہوتی ہیں۔

میرے ساقی ہو عطا مجھ کو بھی پیمانے سے

فیض پاتا ہے زمانہ ترے میخانے سے
رند کے ظرف پہ ساقی کی نظر رہتی ہے
اسے چلو سے پلا دی، اسے پیمانے سے
بے سہارا ہوں، بوڑھاپے میں کہاں جاؤں نصیرؔ
اب جنازہ ہی اُٹھے گا مرا میخانے سے

علاوہ ازیں:

گزر جائے ہماری عمر پیمانے کے چکّر میں
خدا مشغول رکھے ان کو میخانے کے چکّر میں
کہاں واعظ کہاں یہ منہ اندھیرے قصدِ میخانہ
یہ حضرت بھی ہیں شاید پینے پلوانے کے چکّر میں

نصیر صاحب کو صنف رُباعی پر بڑا ملکہ حاصل ہے۔ رُباعی بڑی پیچیدہ اور مشکل صنف ہے جس کو احسن طور پر نبھانا ہر خواص وعوام کا کام نہیں ہے۔ حضرت صاحب کا کبھی متصوفانہ فارسی رباعیات، کبھی قرآن و حدیث کے مختلف موضوعات پر اُردو رُباعیات اور کبھی عبدالقادر بیدلؔ کی ردیف پر اور کبھی خیام کی رُباعیات کی طرح شراب و مستی سے بھری رُباعیات لکھنا کمال ہے۔

بادہ نہیں، رنگینی ہستی بھر دے
میرے لیے مہنگی ہو کہ سستی بھر دے

کافی ہے مجھے مست نگاہی ساقی
پیمانے میں مسکرا کے مستی بھر دے

ساقی ہمیں سوگند ہے میخانے کی
دھن رہتی ہے ہر آن یہاں آنے کی
لٹ جاتے ہیں گردش پہ بصیرت والے
واعظ کو خبر کیا ترے پیمانے کی

اس کے علاوہ:

ساقی کی ادا میں بانکپن ہوتا ہے
میخانہ ہی رندوں کا وطن ہوتا ہے
زاہد! یہاں ٹوٹے ہوئے دل جڑتے ہیں
ہر جام یہاں توبہ شکن ہوتا ہے

از:

پروفیسر محمد شاہ کھگہ
گورنمنٹ کالج ننکانہ صاحب

اِنتساب

اندرون و بیرونِ ملک ان تمام اربابِ وفا و نیاز کے نام، جو قبلہ پیر جیؒ کی یادوں سے اپنے سینے سجائے بیٹھے ہیں، اور جن کے مسلسل اصرار نے باقیاتِ نصیر کی طباعت کو یقینی بنایا۔

زباں زباں پہ ہے دن رات داستاں تیری

نظر سے دُور سہی ، اپنے درمیاں تو ہے

نصیرؔ

حمد

پھر مانگ پھر مانگ

تُو رب کا بندہ ہے پھر مانگ پھر مانگ
رب تیرا داتا ہے ، پھر مانگ پھر مانگ

اِس در سے مانگا ہے کُل انبیا نے
اصحاب و اولادِ خیر الورٰی نے
شاہ و گدا اور سب اولیا نے
تُو سوچتا کیا ہے ، پھر مانگ پھر مانگ

محدود ہیں گرچہ تیرے وسائل
لاتقنطوا کا اگر ہے تُو قائل
مایوس مت بیٹھ گھبرا نہ سائل
یہ در ہمارا ہے ، پھر مانگ پھر مانگ

غیرت بڑی شے ہے اے عبدِ رسوا
در در پہ مت جا مرے در کا ہوجا

غیروں کے احسان کب تک گوارا
کیوں مجھ کو بھُولا ہے ، پھر مانگ پھر مانگ

ہر آن دیتی ہے رحمت صدائیں
میں تیرا مالک ہوں کر التجائیں
ہم نے تو کیں غیر پر بھی عطائیں
تُو پھر بھی اپنا ہے ، پھر مانگ پھر مانگ

ہیں سب کے سب جنّ و انسان بندے
وہ میزباں ، اُس کے مہمان بندے
کچھ اپنی اوقات پہچان بندے
تُو اُس کا منگتا ہے ، پھر مانگ پھر مانگ

ہے اُس کی تخلیق ساری خدائی
زیبا اُسی کو ہے حاجت روائی
شایاں اُسی کے ہے مشکل کشائی
وہ سب کو دیتا ہے ، پھر مانگ پھر مانگ

دنیائے دُوں کا کہاں تک یہ دھندا
کب تک گلے میں یہ لالچ کا پھندا
بن جا بس اپنے ہی مالک کا بندہ
وہ تیرا مولیٰ ہے ، پھر مانگ پھر مانگ

جس نے کیا ساری دنیا کو پیدا
ہے ذات جس کی دو عالم میں یکتا
باگریہ و آہ سجدے میں گر جا
وہ سب کی سُنتا ہے ، پھر مانگ پھر مانگ

لا کہہ کے اب توڑ بُت ماسوا کے
ایماں بچا رمزِ اِلّا کو پا کے
اب دیکھتا کیا ہے بندے خدا کے
دینے پہ آیا ہے ، پھر مانگ پھر مانگ

دامن کو پھیلا کے بن التجائی
کب تک یہ خاموشی یہ بے صدائی
کچھ تو نصیرؔ آج کر لب کشائی
گُم صُم کھڑا کیا ہے ، پھر مانگ پھر مانگ

☆☆☆☆☆

ہر کہ عشقِ مصطفیٰ سامانِ اُوست

بحر و بر در گوشۂ دامانِ اُوست

سالارِ کارواں ہے میرِ حجاز اپنا

اِس نام سے ہے باقی نام و نشان ہمارا

اقبالؔ

نعت

کشتیاں اپنی کنارے پہ لگائے ہوئے ہیں
کیا وہ ڈوبیں ، جو محمدؐ کے ترائے ہوئے ہیں

اشک آنکھوں میں تو ہونٹوں پہ درود اور سلام
اُن کے عشّاق بھی کیا رنگ جمائے ہوئے ہیں

اُن کا دل کیوں نہ بنے روکشِ طورِ سینا
جالیاں اُن کی جو سینے سے لگائے ہوئے ہیں

جلوہَ فرما وہ ہوئے کیا بمقامِ محمود
ساری اُمّت کی نگاہوں میں سمائے ہوئے ہیں

کاش دیوانہ بنا لیں وہ ہمیں بھی اپنا
ایک دُنیا کو جو دیوانہ بنائے ہوئے ہیں

قبر کی نیند سے اُٹھنا کوئی آسان نہ تھا
ہم تو محشر میں اُنہیں دیکھنے آئے ہوئے ہیں

ورفعنا لک ذکرک کا تصور لے کر
ہم نظر گنبدِ خضریٰ پہ جمائے ہوئے ہیں

بوسۂ در سے اِنہیں اب تو نہ روک اے دَرباں

خود نہیں آئے ، یہ مہمان بلائے ہوئے ہیں

حاضر و ناظر و نور و بشر و غیب کو چھوڑ

شکر کر وہ تیرے عیبوں کو چھپائے ہوئے ہیں

نام آنے سے ابوبکرؓ و عمرؓ کا لب پر

تُو بگڑتا ہے ، وہ پہلو میں سلائے ہوئے ہیں

ہے نصیرؔ اُنس کا گہوارہ مدینے کی زمیں

ایسا لگتا ہے کہ اپنے ہی گھر میں آئے ہوئے ہیں

☆☆☆☆☆

❁

لَحَد میں وہ صورت دکھائی گئی ہے
مری سوئی قسمت جگائی گئی ہے

نہیں تھا کسی کو جو منظر پہ لانا
تو کیوں بزمِ عالم سجائی گئی ہے

صبا سے نہ کی جائے کیوں کر محبّت
بہت اُن کے کوچے میں آئی گئی ہے

وہاں تھی فدا مصر میں اک زُلیخا
یہاں صدقے ساری خدائی گئی ہے

یہ کیا کم سَنَد ہے مری مَغفِرت کی
ترے در سے میت اُٹھائی گئی ہے

گنہگار اُمّت پہ رحمت کی دولت
سرِ حشر کُھل کر لُٹائی گئی ہے

شرابِ طَہُور اُن کے دستِ کرم سے
سرِ حوضِ کوثر پلائی گئی ہے

بہت شاد ہیں قبر میں اہلِ نسبت
نبیؐ کی زیارت کرائی گئی ہے
کسے تابِ نظّارہ جالی کے آگے
نظر احتراماً جُھکائی گئی ہے
لحدؔ سے نصیؔر اب چلو تم بھی اُٹھ کر
اُنہیں دیکھنے کو خدائی گئی ہے

☆☆☆☆☆

لَو مدینے کی تجلّی سے لگائے ہوئے ہیں
دل کو ہم مطلعِ انوار بنائے ہوئے ہیں

اک جھلک آج دکھا گنبدِ خضرٰی کے مکین
کچھ بھی ہیں ، دُور سے دیدار کو آئے ہوئے ہیں

سر پہ رکھ دیجئے ذرا دستِ تسلّی آقا
غم کے مارے ہیں ، زمانے کی ستائے ہوئے ہیں

نام کس منہ سے ترا لیں کہ ترے کہلاتے
تیری نسبت کے تقاضوں کو بھُلائے ہوئے ہیں

گھٹ گیا ہے تری تعلیم سے رشتہ اپنا
غیر کے ساتھ رہ و رسم بڑھائے ہوئے ہیں

شرمِ عصیاں سے نہیں سامنے جایا جاتا
یہ بھی کیا کم ہے ، ترے شہر میں آئے ہوئے ہیں

تری نسبت ہی تو ہے جس کی بدولت ہم لوگ
کفر کے دور میں ایمان بچائے ہوئے ہیں

کاش دیوانہ بنا لیں وہ ہمیں بھی اپنا
ایک دنیا کو جو دیوانہ بنائے ہوئے ہیں

اللہ اللہ مدینے پہ یہ جلووں کی پھوار
بارشِ نور میں سب لوگ نہائے ہوئے ہیں

کیوں نہ پلڑا تیرے اعمال کا بھاری ہو نصیرؔ
اب تو میزان پہ سرکار بھی آئے ہوئے ہیں

☆☆☆☆☆

اِک میں ہی نہیں اُس پر قربان زمانہ ہے
جو ربِّ دو عالم کا محبوب یگانہ ہے
کل جس نے ہمیں پُل سے خود پار لگانا ہے
زہرہؓ کا وہ بابا ہے سبطینؓ کا نانا ہے
اُس ہاشمی دُولہا پر کونین کو میں واروں
جو حُسن و شمائل میں یکتائے زمانہ ہے
عزّت سے نہ مر جائیں کیوں نامِ محمد پر
ہم نے کسی دن یوں بھی دُنیا سے تو جانا ہے
آؤ درِ زہرہؓ پر پھیلائے ہوئے دامن
ہے نسل کریموں کی لجپال گھرانہ ہے
ہوں شاہ مدینہ کی میں پشت پناہی میں
کیا اِس کی مجھے پروا دشمن جو زمانہ ہے
یہ کہہ کے درِ حق سے لی موت میں کچھ مہلت
میلاد کی آمد ہے محفل کو سجانا ہے

قربان اُس آقاؐ پر کل حشر کے دن جس نے
اِس اُمّت عاصی کو کملی میں چھپانا ہے

سو بار اگر توبہ ٹوٹی بھی تو حیرت کیا
بخشش کی روایت میں توبہ تو بہانہ ہے

ہر وقت وہ ہیں میری دُنیائے تصور میں
اے شوق کہیں اب تو آنا ہے نہ جانا ہے

پُر نُور سی راہیں ہیں گنبد پہ نگاہیں ہیں
جلوے بھی انوکھے ہیں منظر بھی سُہانا ہے

ہم کیوں نہ کہیں اُن سے رُو دادِ الم اپنی
جب اُن کا کہا خود بھی اللہ نے مانا ہے

محرومِ کرم اِس کو رکھیئے نہ سرِ محشر
جیسا ہے نصیرؔ آخر سائل تو پُرانا ہے

☆☆☆☆☆

ماہِ مدینہ ، وہ شاہِ والا
ہے جس کے دَم سے جگ میں اُجالا
سب کا مُعلّم ایسا اِک اُمّیّ
اُستاد جس کا خود حق تعالیٰ
اُمت میں جس کی ٹھہرا برابر
ادنیٰ سے ادنیٰ ، اعلیٰ سے اعلیٰ
ضرب سے توحید کی جس نے توڑا
شرکِ جلی کا مضبوط تالا
روتے ہوؤں کو جس نے ہنسایا
گرتے ہوؤں کو جس نے سنبھالا
جس کو عمر نے بس دے دیا دل
جانچا نہ پرکھا دیکھا نہ بھالا
پیوستہ باہم محرابِ ابرو
وہ گردِ عارض زلفوں کا ہالا

ہر لمحہ جس کا اُولٰی سے اَولٰی
ہر آن میں جو بالا سے بالا
دیکھا نہ اب تک چشمِ فلک نے
ایسا انوکھا ، ایسا نرالا
قربان مَیں اُس ہادی کے ، جس نے
بھٹکے ہوؤں کو رستے پہ ڈالا
ایمان و تقوٰی معیارِ عزّت
وجہِ فضیلت گورا نہ کالا
جاں ہا نثارت ، دل ہا فدایت
صاحب کمالا ، شیریں مقالا
پُر کن ز نعمت کشکولِ سائل
مِسکیں نوازا ، دریا نوالا
اُس شاہ کا مَیں ادنٰی گدا ہوں
عالم میں جس کا ، ہے بول بالا
کُنجِ لحد ہو پُل ہو کہ میزاں
ہر جا چلے گا تیرا حوالا

جس کو ڈبویا موجِ الم نے
ٹھوکر سے تُو نے اُس کو اُچھالا

تیرا بُلایا ، مقبولِ داور
مردُودِ یزداں ، تیرا نکالا

شو محوِ مدحِ زہرا و آلش
لب را بہ ذکرِ فاسق میالا

پانی کے ہوتے پانی کو ترسا
دلبندِ زہرا نازوں کا پالا

درباں جو اُلجھا بابِ نبی پر
اُس نے کہا تھم! میں نے کہا! لا

تجھ کو نصیر اب کیا خوفِ دوزخ
پُل پر کھڑا ہے خود کملی والا

☆☆☆☆☆

کہتے ہیں یہ زائر سے ایوان مدینے کے
سُلطانوں کے سُلطاں ہیں، سُلطان مدینے کے

تہذیب نرالی ہے ، تہذیب مدینے کی
انسان انوکھے ہیں ، انسان مدینے کے

اِس ارضِ مُقدس پر اِترا کے نہ چلا اِتنا
آداب ارے کچھ تو پہچان مدینے کے

احرام زیارت کا تُو باندھ تو لے پہلے
ہوجائیں گے خود رستے آسان مدینے کے

آ جاؤں کسی صورت نسبت کے تسلسُل میں
درباں ہی مجھے رکھ لیں ، دربان مدینے کے

اَب لَوٹ کے کیا جائیں شہرِ شہِ بطحٰی سے
اِس فکر میں بیٹھے ہیں مہمان مدینے کے

یا ربّ مَیں کسی حیلے پہنچوں درِ رحمت پر
لے کر ہی نہ مر جاؤں ارمان مدینے کے

دل میں ہو بندھی جیسے اِک آس شفاعت کی
ہیں اُمّتِ عاصی پر احسان مدینے کے

ہر حکمِ نبی سمجھو تا شامِ ابد نافذ
تنسیخ سے بالا ہیں فرمان مدینے کے

کچھ پاس نہ ہو جس کو آدابِ رسالت کا
اُس شخص سے افضل ہیں حیوان مدینے کے

حاضر ہے نصیرؔ آقا ! کچھ بھیک عنایت ہو
صدقے ترے گنبد پر ، قربان مدینے کے

☆☆☆☆☆

ہو جاتے ہیں خود رستے ہموار مدینے کے
بُلواتے ہیں جب شاہِ ابرار مدینے کے

کیوں کر نہ فلک کو بھی اِس شہر پہ رشک آئے
بستے ہیں مدینے میں مختار مدینے کے

آنکھوں کو عطا ہو گا سرمایۂ بینائی
بخشیں گے جلا دِل کو انوار مدینے کے

برسوں کی عبادت کا حاصل ہے ہر اک لمحہ
سو سال پہ بھاری ہیں ، دن چار مدینے کے

اِس دورِ مقدس کی یادوں کے تصور میں
دیکھیں گے ذرا چل کر بازار مدینے کے

اے بختِ رسا خوش ہو ! بخشش کی گھڑی آئی
وہ دیکھ ! نظر آئے مینار مدینے کے

بہتر ہے کسی گُل سے کانٹا رہِ طیبہ کا
جنت سے حسیں تر ہیں گلزار مدینے کے

اپنوں کا مُقدر ہے عرفان کی یہ دولت
غیروں پہ نہیں کھلتے اسرار مدینے کے

تم لاکھ مٹا ڈالو دھرتی سے انہیں ، لیکن
محفوظ ہیں ذہنوں میں آثار مدینے کے

آقا کی ثناؤں میں کٹ جائے سفر اچھا
مل جائیں اگر ساتھی دو چار مدینے کے

اے دیوِ ہوس ! مجھ پر کیا زور چلے تیرا
رہتے ہیں مرے دل میں دلدار مدینے کے

پھر اُس کو نہیں رہتی حسرت کسی منظر کی
ہو جائیں جسے حاصل دیدار مدینے کے

ہے طرفہ مزاج اِن کا ، دیدار علاج اِن کا
عیسیٰ سے نہ اچھے ہوں ، بیمار مدینے کے

یہ آبِ نجس اُٹھوا ، یہ جام و سُبو لے جا
پیتے ہیں مدینے کی ، میخوار مدینے کے

اِس آس پہ بیٹھا ہوں مدّت سے نصیؔر اب تک
شاید کبھی بلوالیں سرکار مدینے کے

☆☆☆☆☆

دیکھیں شہِ بطحٰی جو عنایت کی نظر سے
کیا کیا نہ ٹلیں آئی بلائیں مرے سر سے

صدقے تری اِس شانِ کریمی کے میں آقا
محروم نہ لوٹا کوئی سائل ترے در سے

ہے علم ترا بعدِ خدا خلق پہ حاوی
بچ کر کوئی جائے گا کہاں تیری نظر سے

اصحاب پہ روشن تھی تری شرک سے نفرت
سجدہ نہ کیا تجھ کو کسی نے اِسی ڈر سے

اِک وہ کہ رہا جن کو ترا دور میسّر
اِک ہم کہ ترے لمحۂ دیدار کو ترسے

خوشبو میں بسی رہتی تھیں پہروں وہ فضائیں
اِک بار گزرتے تھے وہ جس راہ گزر سے

جس در کا ہوں پہنے ہوئے میں طوقِ غلامی
اُٹھّے تو جنازہ بھی اِلٰہی اُسی در سے

بغداد و نجف کربل و مشہد ہو کہ اجمیر
کیا سلسلۂ فیض چلا ہے ترے گھر سے
کیا عرضِ تمنّا کروں ہنگامِ حُضوری
مخفی نہیں کُچھ بھی شہِ والا کی نظر سے
جو بات زباں پر نہیں لائی گئی اب تک
ہو جائے نہ کیوں آج یہاں دیدۂ تر سے
محشر میں نصؔیر آئے ہیں وہ بہرِ شفاعت
ممکن نہیں اب ابرِ عطا کُھل کے نہ برسے

☆☆☆☆☆

کون ہو مسند نشیں خاکِ مدینہ چھوڑ کر
خلد دیکھے کون، کُوئے شاہِ بطحٰی چھوڑ کر

دل کی بستی اور ارمانوں کی دُنیا چھوڑ کر
ہائے کیوں لَوٹے تھے ہم شہرِ مدینہ چھوڑ کر

گھر سے پہنچے اُن کے روضے پر تو ہم کو یوں لگا
جیسے آ نکلے کوئی گلشن میں ، صحرا چھوڑ کر

کون نظروں پر چڑھے حُسنِ حقیقت کے سوا
کس کا منہ دیکھیں ہم اُن کا رُوئے زیبا چھوڑ کر

اللہ اللہ آمدِ سلطانِ اِنس و جاں کی شان
اِک طرف قُدسی بھی ہو جاتے تھے ، رستہ چھوڑ کر

مصطفٰی جنّت میں جائیں گے نہ اُمت کے بغیر
جا نہیں سکتا کبھی تنکوں کو دریا چھوڑ کر

تھی نہ چاہت دل میں زَہراؓ کے دلاروں کی اگر
کیوں اُترتے تھے نبیؐ ، منبر سے خطبہ چھوڑ کر

رہروانِ راہِ حق تھے اور بھی لاکھوں ، مگر
کوئی منزل پر نہ پہنچا ، اِبن زہراؓ "چھوڑ کر"

اُن صحابہ کے اِس اندازِ قناعت پر سلام
اُن کی چوکھٹ پر جو آ بیٹھے تھے ، کیا کیا چھوڑ کر

وہ ازل سے میرے آقا ، مَیں غلام ابنِ غلام
کیوں کسی کے در پہ جاؤں ، اُن کا صدقہ چھوڑ کر

خوانِ شاہی کی ہوس رکھتے نہیں اُن کے گدا
کیوں اُدھر لپکیں ، وہ اِن ٹکڑوں کا چسکا چھوڑ کر

وہ سلامت اور اُن کا در سلامت تا ابد
کیوں پھریں دردر، ہم اُس کوچے کا پھیرا چھوڑ کر

میں کہاں گھوموں ، کہاں ٹھہروں ، کسے دیکھا کروں
اُن کی گلیاں ، اُن کی جالی ، اُن کا روضہ چھوڑ کر

اتّفاقاً گر چلے جاتے وہ ساحل پر کبھی
مچھلیاں آتیں قدم لینے کو ، دریا چھوڑ کر

ذہن ، میں رکھیئے وہ ارشادِ نبیؐ وقتِ وصال
جا رہا ہوں سنّت و قرآں کو یکجا چھوڑ کر

اے مسلماں ! ہے یہی حکمِ خدا و مصطفیٰؐ
فکر عُقبیٰ کر ہمیشہ ، فکرِ دنیا چھوڑ کر
پوچھنے پھر کون آئے گا نصیرؔ اُن کے سوا
جب لَحَد میں تجھ کو سب لوٹیں گے تنہا چھوڑ کر

☆☆☆☆☆

اِسی کے آستاں کو عاصیوں کا مُستقرَ رکھّا
خدائے پاک نے تاجِ شفاعت جس کے سر رکھّا

تصور میں مرے شام و سحر رہتی ہے وہ صورت
جسے خود خالقِ صورت نے بھی پیشِ نظر رکھّا

محمد نام پوتے کا کیا تجویز دادا نے
لقب خیرُ الاُمَم نے آپ کا خیرَ البشر رکھّا

خدا کے فضلِ پیہم سے نہیں ہے اُن سے کچھ مخفی
اِسی نکتے نے مجھ کو بے نیازِ نامہ بر رکھّا

زہے عزّت جب اُمّت شاہ کی پہنچی سرِ محشر
تو جبرائیل نے پُل پر بچھا کر اپنا پر رکھّا

خدا نے تجھ کو علمِ اوّلین و آخریں دے کر
نہ تُجھ سے رابطہ توڑا ، نہ تجھ کو بے خبر رکھّا

جگہ چھوڑی جو اپنے بیت میں اِک سمت عیسیٰ کی
تو اک گوشہ پئے تدفینِ صدّیق و عمر رکھّا

ازل ہی میں یہ منصب کر دیے تقسیم قدرت نے
ہمیں دیوانہ ٹھہرایا ، تجھے دیوانہ گر رکھّا
ستاروں کی ضیا بخشی تیرے اصحاب کو حق نے
تجھے اصحاب کے جُھرمٹ میں مانند قمر رکھّا
غلامِ پنجتن تھا میں ، نصؔیر اللہ نے دیکھو
مِری جھولی کو بھر نے سیّدہ زہرؓا کا در رکھّا

☆☆☆☆☆

❁

مجھ پہ بھی چشمِ کرم اے مرے آقا ! کرنا
حق تو میرا بھی ہے رحمت کا تقاضا کرنا

میں کہ ذرّہ ہوں مجھے وسعتِ صحرا دے دے
کہ ترے بس میں ہے قطرے کو بھی دریا کرنا

مَیں ہوں بے کس ، ترا شیوہ ہے سہارا دینا
مَیں ہوں بیمار ، ترا کام ہے اچھّا کرنا

تُو کسی کو بھی اُٹھاتا نہیں اپنے در سے
کہ تری شان کے شایاں نہیں ایسا کرنا

تیرے صدقے ، وہ اُسی رنگ میں خود ہی ڈوبا
جس نے ، جس رنگ میں چاہا مجھے رُسوا کرنا

یہ ترا کام ہے اے آمنہؓ کے دُرِّ یتیم!
ساری اُمّت کی شفاعت ، تن تنہا کرنا

کثرتِ شوق سے اوسان مدینے میں ہیں گُم
نہیں کُھلتا کہ مجھے چاہیے کیا کیا کرنا

یہ تمنّائے محبت ہے کہ اے داورِ حشر!
فیصلہ میرا سپردِ شہؐ بطحا کرنا

آلؓ و اصحابؓ کی سنّت ، مِرا معیارِ وفا
تری چاہت کے عوض ، جان کا سودا کرنا

شامل مقصدِ تخلیق یہ پہلو بھی رہا
بزمِ عالم کو سجا کر ترا چرچا کرنا

یہ صراحت وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ میں ہے
تیری تعریف کرانا ، تجھے اُونچا کرنا

تیرے آگے وہ ہر اک منظرِ فطرت کا ادب
چاند سورج کا وہ پہروں تجھے دیکھا کرنا

طبعِ اقدس کے مطابق وہ ہواؤں کا خرام
دھوپ میں دوڑ کے وہ ابر کا سایا کرنا

دشمن آ جائے تو اُٹھ کر وہ بچھانا چادر
حُسنِ اخلاق سے غیروں کو وہ اپنا کرنا

کوئی فاروقؓ سے پوچھے کہ کیسے آتا ہے
دل کی دُنیا کو نظر سے تہ و بالا کرنا

اُن صحابہؓ کی خوش اطوار نگاہوں کو سلام
جن کا مسلک تھا ، طوافِ رُخِ زیبا کرنا

مجھ پہ محشر میں نصیرؔ اُن کی نظر پڑ ہی گئی
کہنے والے اِسے کہتے ہیں ''خدا کا کرنا''

☆☆☆☆☆

چاند تارے ہی کیا دیکھتے رہ گئے
اُن کو ارض و سما دیکھتے رہ گئے

ہم درِ مصطفیٰ دیکھتے رہ گئے
نُور ہی نُور تھا دیکھتے رہ گئے

پڑھ کے رُوح الامیں سُورتِ والضحیٰ
صورتِ مصطفیٰ دیکھتے رہ گئے

وہ امامت کی شب ، وہ صف انبیاء
مقتدی ، مقتدی دیکھتے رہ گئے

نیک و بد پر ہُوا اُن کا یکساں کرم
لوگ اچھا بُرا دیکھتے رہ گئے

وہ گئے عرش تک ، اور رُوح الامیں
سدرۃُ المنتہیٰ دیکھتے رہ گئے

معجزہ تھا وہ ہجرت میں اُن کا سفر
دشمنانِ خدا ، دیکھتے رہ گئے

مرحبا شانِ معراجِ ختمِ رُسل
سب کے سب انبیاء دیکھتے رہ گئے

کیا خبر ، کس کو کب جامِ کوثر ملا
ہم تو اُن کی ادا دیکھتے رہ گئے

ہم گنہگار تھے ، مغفرت ہو گئی
خود نگر پارسا دیکھتے رہ گئے

جب سواری چلی ، جبرئیلِ امیں
صورتِ نقشِ پا دیکھتے رہ گئے

اہلِ دانش ، محمدؐ پہ تھے حیرتی
رُوئے قرآں نُما دیکھتے رہ گئے

ہو کے گُم اے نصیرؔ اُن کے جلووں میں ہم
شانِ ربُّ العُلیٰ دیکھتے رہ گئے

میں نصیرؔ آج لایا وہ نعتِ نبیؐ
نعت گو مُنہ مرا دیکھتے رہ گئے

☆☆☆☆☆

تصوّر میں مرے جب چہرۂ خیرالانام آیا
جبیں خم ہو گئی لب پر دُرود آیا سلام آیا

خدا نے آمنہ کی کوکھ سے ظاہر کیا آخر
وہ اک نورِ ازل جو فخرِ آبائے کرام آیا

مناؤ اُس کی آمد پر خوشی ماہِ ولادت میں
کہ محبوبِ خدائے قادرِ یحْیِ العِظام آیا

کھڑے تھے انبیاء معراج کی شب خیر مقدم کو
امامت کے لئے جب وہ شہِ گردوں خرام آیا

سفر کی دھوپ کی شدّت اگر بڑھنے لگی حد سے
تو اُس بے سایہ پر سایہ لُٹانے کو غمام آیا

نظر آیا خجَل خورشیدِ خاور اپنی کرنوں پر
عُروجِ حُسن پر جب ہاشمی ماہِ تمام آیا

سرِ کوثر نہ کیوں اِترائیں اُن کے چاہنے والے
یہ کیا کم ہے کہ اُن کے ہاتھ سے ہاتھوں میں جام آیا

تمنّاؤں کی مُرجھائی ہوئی کلیاں مہک اُٹھیں
برنگِ موجۂ خوشبو وہ شاہِ ذِی مقام آیا

ہُوا محسُوس جیسے مُلتفِت خود ہی شہِ بطحٰی
مرے ہونٹوں پہ جس دم سیّدہ زہراؓ کا نام آیا

امامت کا تَسلسُل کوئی دیکھے اِس گھرانے میں
حسینؓ ابنِ علیؓ بعدِ حسنؓ بن کر امام آیا

اب اِس کے بعد منزل کیا ہو میری خوش نصیبی کی
ترِا در چوم کر لَوٹا ، تری جالی کو تھام آیا

تری آمد بھی کیا آمد ہے جس آمد کے صدقے میں
ہدایت کی کتاب اُتری، شریعت کا نظام آیا

یہی وہ ہیں کہ ایمان بعد توحید اِن پہ لازم ہے
یہی وہ ہیں پسِ اللہُ اکبر جن کا نام آیا

پلانے کا شرف اُن سے رہا مخصوص محشر میں
وہ جب تشریف لائے پھر کہیں گردش میں جام آیا

مزا جب ہو کہ بابِ خُلد پر جس دم نصیؔر آئے
کہے رضوان! رستہ دو ، محمدؐ کا غلام آیا

☆☆☆☆☆

ازل سے محوِ تماشائے یار ہم بھی ہیں
جمالِ شاہِؐ اُمم پر نثار ہم بھی ہیں
ضیائے شاہِؐ عرب سے ہے اپنا دل روشن
چراغِ طُور کے آئینہ دار ہم بھی ہیں
زمانہ طالب خیراتِ لطف ہے اُن سے
پکار اے دلِ مضطر پکار ! ہم بھی ہیں
بحق چادرِ زہراؓ اِدھر بھی ایک نظر
غبارِ راہ میں اے شہسوار ! ہم بھی ہیں
ہمارا دھیان بھی طیبہ کے قافلے والو!
رواں دواں پسِ گرد و غبار ہم بھی ہیں
نظر جو اُن کی ہوئی ہم خزاں نصیبوں پر
تو پھر کہیں گے کہ رشک بہار ہم بھی ہیں
اِس ایک بات پہ ہے فخر ہم غریبوں کو
کہ اُن کے اُمتیوں میں شمار ہم بھی ہیں

یہ اُس کریم کا دَر ہے کہ تاجدار ، جہاں
پکارتے ہیں کہ اُمّیدوار ہم بھی ہیں
ہمیں بھی آپ سے اُمّید ہے شفاعت کی
اُٹھائے سر پہ گناہوں کا بار ہم بھی ہیں
صبا سے کہہ دو کہ جالی کو چومنے کے لئے
بس ایک تُو ہی نہیں بیقرار ، ہم بھی ہیں
جو پُل صراط پہ ہم پر بھی پڑ گئی وہ نظر
تو پھر نصیؔر سمجھ لو کہ پار ہم بھی ہیں

☆☆☆☆☆

❁

احمد کہوں کہ حامدِ یکتا کہوں تجھے
مولیٰ کہوں کہ بندۂ مولیٰ کہوں تجھے

کہہ کر پکاروں ساقیِ کوثر بروزِ حشر
یا صاحبِ شفاعتِ کبریٰ کہوں تجھے

یا عالمین کے لئے رحمت کا نام دوں
یا پھر مکینِ گنبدِ خضریٰ کہوں تجھے

ویراں دلوں کی کھیتیاں آباد تجھ سے ہیں
دریا کہوں کہ ابرِ سخا کا کہوں تجھے

تجھ پر ہی بابِ ذات و صفاتِ خدا کھلا
توحید کا مدرّسِ اعلیٰ کہوں تجھے

ہے ممتنع نظیر ، تری ذات خلق میں
پھر کیا کہوں تجھے جو نہ تجھ سا کہوں تجھے

پا کر اشارہ سورۂ یٰسیں کا اس طرف
دل چاہتا ہے سیّدِ والا کہوں تجھے

زہراؓ ہے لختِ دل تو حسنؓ ہے تری شبیہہ
زینبؓ کا یا حسینؓ کا بابا کہوں تجھے

سرتاجِ انبیاء کہ اماں گاہِ اولیاء
یا فخرِ نسلِ آدم و حوّا کہوں تجھے

بے مثل ہے تری بشریت بھی نُور بھی
لِکھوّں بشر کہ نُور سراپا کہوں تجھے

تخلیقِ کائنات کا لکھوّں تجھے سبب
یا بزمِ کائنات کا دُولھا کہوں تجھے

لفظوں نے ساتھ چھوڑ دیا کھو چکے حواس
میرے کریم! تُو ہی بتا کیا کہوں تجھے

قربان تیرے اے شب اسریٰ کے عرش سیر
تنہا خرامِ عالمِ بالا کہوں تجھے

اب کر لیا ذوقِ طلب نے یہ فیصلہ
جو کچھ کہوں خدا سے کہوں یا کہوں تجھے

اُٹھتے ہی ہاتھ بھر گئیں منگتوں کی جھولیاں
حق تو یہ ہے کہ خلق کا داتا کہوں تجھے

جب انتخابِ مالکِ روزِ جزا ہے تُو
پھر کس لئے نہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے

جی بھر کے دیکھنے بھی نہ دیں شہ کی جالیاں
بس اے ہجومِ اشک میں اب کیا کہوں تجھے

اتنے قریب مجھ کو ملے خُلد میں جگہ
کہنی ہو کوئی بات اگر ، جا کہوں تجھے

کرتا ہوں اختتامِ سخن اِس پہ اب نصیؔر
کچھ سُوجھتا نہیں کہ مَیں کیا کیا کہوں تجھے

☆☆☆☆☆

جو آستاں سے ترے لَو لگائے بیٹھے ہیں
خدا گواہ ، وہ دنیا پہ چھائے بیٹھے ہیں

چمک رہی ہیں جبینیں ترے فقیروں کی
تجلّیات کے سہرے سجائے بیٹھے ہیں

خدا کے واسطے اب کھول اُن پہ بابِ عطا
جو دیر سے تری چوکھٹ پہ آئے بیٹھے ہیں

جلائے گی اُنہیں اب کیا چمن میں برقِ فلک
جو آشیانہ ہستی جلائے بیٹھے ہیں

بڑے بڑوں کے سَروں سے اُتر رہا ہے خُمار
وہ آج خیر سے محفل پہ چھائے بیٹھے ہیں

جہاں بھی جائیے اُن کے ستم کا چرچا ہے
وہ ساری خلق میں طوفان اُٹھائے بیٹھے ہیں

مجال ہے جو کوئی لب ہلے سرِ محفل
وہ ایک ایک کو آنکھیں دِکھائے بیٹھے ہیں

یہ ایک ہم ہیں کہ اپنوں کے دل نہ جیت سکے
وہ دُشمنوں کو بھی اپنا بنائے بیٹھے ہیں
اجل بھی ہم کو اُٹھائے پہ اب نہیں قادر
یہاں ہم آج کسی کے بٹھائے بیٹھے ہیں
وفا کے نام پہ ، دُشمن کا امتحاں بھی سہی
کہ دوستوں کو تو ہم آزمائے بیٹھے ہیں
نصیرؔ ! ہم میں تو اپنوں کی کوئی بات نہیں
کرم ہے اُن کا ، جو اپنا بنائے بیٹھے ہیں

☆☆☆☆☆

میری زندگی کا تجھ سے یہ نظام چل رہا ہے
ترا آستاں سلامت ، مرا کام چل رہا ہے
نہیں عرش و فرش پر ہی تری عظمتوں کے چرچے
تہِ خاک بھی لَحَد میں ترا نام چل رہا ہے
وہ تری عطا کے تیور ، وہ ہجوم گردِ کوثر
کہیں شورِ بے کشاں ہے کہیں جام چل رہا ہے
کسی وقت یا محمدؐ کی صدا کو میں نہ بھولا
دمِ نزع بھی زباں پر یہ کلام چل رہا ہے
مرے ہاتھ آ گئی ہے یہ کلیدِ قفلِ مقصد
ترا نام لے رہا ہوں مرا کام چل رہا ہے
کوئی یاد آ رہا ہے مرے دل کو آج شاید
جو یہ سیلِ اشکِ حسرت سرِ شام چل رہا ہے
وہ برابری کا تُو نے دیا درس آدمی کو
کہ غلام ناقہ پر ہے تو امام چل رہا ہے

یہ اثر ہے تیری سنّت کے مذاقِ سادگی کا
رہِ خاص چلنے والا رہِ عام چل رہا ہے

ترے لُطف خُسروی پر مرا کٹ رہا ہے جیون
مرے دن گزر رہے ہیں مرا کام چل رہا ہے

مجھے اِس قدر جہاں میں نہ قبُول عام ملتا
ترے نام کے سہارے مرا نام چل رہا ہے

تری مُہر کیا لگی ہے کہ کوئی ہُنر نہ ہوتے
مری شاعری کا سکّہ سرِ عام چل رہا ہے

یہ تری دُعا کہ ہے کچھ ابھی ہم میں وضع داری
یہ تری نظر کہ آپس میں سلام چل رہا ہے

میں ترے نثار آقا ! یہ حقیر پر نوازش
مجھے جانتی ہے دنیا مرا نام چل رہا ہے

ترا اُمتّی بس اِتنی ہی تمیز کاش کر لے
وہ حلال کھا رہا ہے کہ حرام چل رہا ہے

کڑی دُھوپ کے سفر میں نہیں کچھ نصیؔر کو غم
ترے سایۂ کرم میں یہ غلام چل رہا ہے

☆☆☆☆☆

کرتے نہیں ہیں وہ کبھی اہلِ عطا کا رُخ
عیدِ نظر ہو جن کے لئے مصطفیٰؐ کا رُخ

رکھیں نگاہ میں وہ ذرا کربلا کا رُخ
جو لوگ دیکھتے ہیں ہمیشہ ہوا کا رُخ

دو دائرے ہیں ایک خطِ مستقیم کے
کعبے کی سمت اور شہِ اِنّما کا رُخ

پیشِ نگاہِ خلق ہے اللہ کی رضا
اللہ دیکھتا ہے نبیؐ کی رِضا کا رُخ

ہیں سرنگوں ادب سے فراعینِ وقت بھی
کتنا ہے پُر جلال رسولِ خدا کا رُخ

تھا خواب میں بھی ساتھ ہجومِ تجلّیات
دیکھا نہ جاسکا شہِؐ بدر الدُّجیٰ کا رُخ

اُڑنے لگے جو خاکِ بدن میری بعدِ مرگ
شہرِ نبیؐ کی سمت ہو یا ربّ ہوا کا رُخ

انساں ، یزیدیت سے نبرد آزما رہے
اِک یہ بھی ہے مودّتِ آلِؑ عبا کا رُخ

تحویلِ قبلہ ہو گئی فوراً اُسی طرف
دیکھا خدا نے جس طرف اُن کی رِضا کا رُخ

سمجھو کہ اُس کا نجمِ مقدّر چمک اُٹھا
ہو جائے اُن کے در کی طرف جس گدا کا رُخ

چشمِ صحابہؓ وقفِ جمالِ نبیؐ رہی
دیکھا پلٹ کے بھی نہ کسی مہ لقا کا رُخ

مَیں مانگتا ہوں اُن کے وسیلے سے اے نصیؔر
اُن کی طرف ہے اِس لئے دستِ دُعا کا رُخ

☆☆☆☆☆

❁

اے خسروِ خوباں ! شانِ من　　　قربانِ نگاہت ، جانِ من

انوارِ جمالت ، رزقِ نظر　　　دیدارِ رُخت ، ایمانِ من

شہکارِ خدا ، مختارِ عطا　　　اے تاجورِ ذی شانِ من

بر جلوۂ تو کونین فدا　　　اے جانِ من و جانانِ من

اے ناقہ سوارِ راہِ قبا　　　یک روز بیا مہمانِ من

از یک قدمت آباد شود　　　ایں غمکدۂ ویران من

پیدائے من است بہ تو ظاہر　　　اے واقف ہر پنہانِ من

اے راحت قلب نصیؔر حزیں
من بندہ و تو سلطانِ من

☆☆☆☆☆

بجلوت اند و کمندے بہ مہر و مہ پیچند
بخلوت اندوزمان و مکان در آغوشند

اقبالؔ

مناقب

بحضورِ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

اللہ اللہ جلوۂ زیبائے بامِ عائشہؓ
ہے ہلالِ آمنہؓ ، ماہِ تمامِ عائشہؓ

روز و شب پیشِ نظر وہ زلف و رخسارِ رسول
رشکِ صد خلدِ بریں وہ صبح و شامِ عائشہؓ

دخترِ صدیقِ اکبرؓ ، زوجۂ شاہِؐ اُمم
ہے دو گونہ اوج کا حامل ، مقامِ عائشہؓ

ثلث دیں اُن کے توسط سے ہوا حاصل ہمیں
تا ابد جاری رہے گا فیضِ عامِ عائشہؓ

نام لے کر عائشہؓ کا رب نے بھیجا تھا سلام
ضو فشاں ہے عرش پر قندیلِ نامِ عائشہؓ

تجھ کو کیا معلوم ، تو چھوٹا ، تری محدود سوچ
پوچھ اُمت کے بزرگوں سے مقامِ عائشہؓ

مل نہیں سکتا خدا جز دولت حب نبیؐ
مل نہیں سکتے نبیؐ ، بے احترامِ عائشہؓ

دیکھنا کل خود پہ اُس آقائے اُمت کا کرم
آج ہو کر دیکھ تو دل سے غلامِ عائشہؓ

آ نہ جائے سن کے زھراؓ کی طبیعت پر ملال
لیجیو مت بے ادب لہجے میں نامِ عائشہؓ

اُن کی عصمت کی ہیں آیاتِ براٴت پہرہ دار
سورۃ النور تیغِ بے نیامِ عائشہؓ

قبر اطہر پر نہ دیں کیوں حاضری جن و بشر
جب اُترتے ہیں ملک بہر سلام عائشہؓ

وار کر سکتا نہیں مجھ پر کبھی طاغوتِ شرک
لوحِ دل پر ثبت ہے نقش دوامِ عائشہؓ

اپنا اندر صاف رکھنے کے لئے ہر میل سے
سانس کی تسبیح پر لیتا ہوں نامِ عائشہؓ

جب نکیرین آئیں گے، کہہ دوں گا اُن ؓ سے قبر میں
مجھ سے کچھ مت پوچھیے ، میں ہوں غلامِ عائشہؓ

مجھ کو ہے خلد سماعت ذکر خیر اُن کا نصیؔر
سرمہ میری آنکھ کا گردِ خرامِ عائشہؓ

☆☆☆☆☆

بحضورِ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

مرحبا یہ جلوہَ زیبائے بامِ عائشہؓ
ہے ہلالِ آمنہ ، ماہِ تمامِ عائشہؓ

چھب وہی ہیبت وہی نُدرت وہی قُدرت وہی
پر تُو نُطقِ نبوّت ہے کلامِ عائشہؓ

کوئی اوچھا وار مت کر عائشہؓ کی ذات پر
ورنہ قُدرت تجھ سے لے گی انتقامِ عائشہؓ

تو اگر ماں کا رہا گستاخ ، توبہ کر ابھی
ہے کھلا تیرے لیے دارُالسّلامِ عائشہؓ

عائشہؓ کے اس شرف کو بھی ذرا ملحوظ رکھ
اپنے منہ سے مصطفیٰؐ لیتے تھے نامِ عائشہؓ

عائشہؓ کے ساتھ رُخصت ہو گیا اُن کا مقام
ہو سکا کوئی نہ پھر قائم مقامِ عائشہؓ

جن کے علم و فضل کے آگے سرِ اُمّت ہے خم
ہے وہ اِک شخصیت ذِی احترامِ عائشہؓ
یاد سے جن کی دلِ مضطر کو ملتا ہے قرار
ایک نامِ فاطمہ ہے ایک نامِ عائشہؓ
یہ تجھے معلوم تو پیتا ہے کس مشرب کے مَے
اہلسنّت کے تو ہاں چلتا ہے جامِ عائشہؓ
ذہن میں لا کر تصوّر عظمتِ ابوبکر کا
ایک نعرہ اے علی مَستو ! بنامِ عائشہؓ

☆☆☆☆☆

بحضورِ خواجۂ بزرگ

بحضور الخضرّ غام السّالب اسدُاللہِ الغالب علیؓ ابنِ ابی طالب

منظر فضائے دہر میں سارا علیؓ کا ہے
جس سمت دیکھتا ہوں ، نظارا علیؓ کا ہے

دنیائے آشتی کی پھبن ، مجتبیٰ حسنؓ
لختِ جگر نبیؐ کا تو پیارا علیؓ کا ہے

ہستی کی آب و تاب ، حسینؓ آسماں جناب
زہراؓ کا لال ، راج دُلارا علیؓ کا ہے

مرحب دو نیم ہے سرِ مقتل پڑا ہوا
اُٹھنے کا اب نہیں کہ یہ مارا علیؓ کا ہے

کُل کا جمال جزو کے چہرے سے ہے عیاں
گھوڑے پہ ہیں حسینؓ ، نظارا علیؓ کا ہے

اے ارضِ پاک ! تجھ کو مبارک کہ تیرے پاس
پرچم نبیؐ کا ، چاند ستارا علیؑ کا ہے
اہل ہوس کی لقمۂ تر پر رہی نظر
نانِ جویں پہ صرف گزارا علیؑ کا ہے
تم دخل دے رہے ہو عقیدت کے باب میں!
دیکھو! معاملہ یہ ہمارا علیؑ کا ہے
ہم فقر مست ، چاہنے والے علیؑ کے ہیں
دل پر ہمارے صرف اجارا علیؑ کا ہے
آثار پڑھ کے مہدیِؑ دوراں کے یوں لگا
جیسے ظُہور وہ بھی دوبارا علیؑ کا ہے
دنیا میں اور کون ہے اپنا بجز علیؑ
ہم بے کسوں کو ہے تو سہارا علیؑ کا ہے
اصحابی کالنُّجوم کا ارشاد بھی بجا
سب سے مگر بلند ستارا علیؑ کا ہے
تُو کیا ہے اور کیا ہے ترے علم کی بساط
تُجھ پر کرم نصیرؔ یہ سارا علیؑ کا ہے

☆☆☆☆☆

بحضورِ

سیّدہ فاطمۃ الزّہرا رضی اللہ عنہا

ہے جب سے وردِ زباں تیرا نام یا زہراؓ
رُکا کبھی نہ مرا کوئی کام یا زہراؓ

ملائکہ تری عظمت کے گیت گاتے ہیں
ہے انبیاء میں ترا احترام یا زہراؓ

ازل سے لکھ دیا خالق نے دستِ قُدرت سے
جبینِ وقت پہ تیرا دوام یا زہراؓ

مقامِ مریم و حوّا بھی ہے بجا ، لیکن
ترا مقام ہے تیرا مقام یا زہراؓ

تِری زبان ہے اُمّ الکتاب کی کُنجی
تِرا کلام ہے اُمّ الکلام یا زہراؓ

تری جناب سے ولیوں کو بھیک ملتی ہے
ہیں اولیاء ترے در کے غلام یا زہراؓ
ہر ایک سانس سے آتی تھی مصطفیٰؐ کی مہک
تری حیات پہ لاکھوں سلام یا زہراؓ
نہ آئے گا کوئی دُنیا میں اب نبی ہو کر
چلے گا اب ترے بابا کا نام یا زہراؓ
حَسن حُسین کی صورت میں ہو گیا جاری
زمانے بھر میں ترا فیض عام یا زہراؓ
ملے مجھے بھی حُسین و حَسن کے صدقے میں
چلے جو حشر میں کوثر کا جام یا زہراؓ
غُروب ہو کے بھی اِک چاندنی سی چھوڑ گیا
حُسین ، وہ ترا ماہِ تمام یا زہراؓ
حضور آئیں لَحَد میں تو بہرِ استقبال
اُٹھوں میں لیتے ہوئے تیرا نام یا زہراؓ
زباں پہ ذکر ہے تیرا نبی کے ذکر کے ساتھ
درود اُن پہ ہو ، تجھ پر سلام یا زہراؓ

وہ تیری بنتِ غریبُ الوطن دکھی زینبؑ
وہ خوف راہزناں گام گام یا زہراؑ

وہ حیدری لب و لہجہ وہ خطبۂ عالی
وہ منظر سرِ دربارِ شام یا زہراؑ

ہے فرطِ شرم سے خم آج بھی سرِ انساں
جو کربلا میں ہوا قتل عام یا زہراؑ

حسنؑ سے لے کر ظہورِ امام مہدی تک
ہیں تیری آل یہ گیارہ امام یا زہراؑ

تری جناب تک آنا تو کام تھا میرا
سنبھال اب کہ یہ ہے تیرا کام یا زہراؑ

میں خود میں ٹوٹ چکا ہوں مجھے سہارا دے
میں گر چلا ہوں ، مجھے بڑھ کے تھام یا زہراؑ

ہو میرے ساتھ کرم کی نگاہ اِن پہ بھی
ہیں میرے بھائی جلال و حسام یا زہراؑ

نصیرؔ بہر تخاطب اگر غلط ہے ندا
تو کیوں پکارتے خیر الانام "یا زہراؑ"

☆☆☆☆☆

بحضورِ

سیّدہ فاطمۃ الزّہرا رضی اللہ عنہا

پڑا ہُوں در پہ ترے مثلِ کاہ یا زہرؓ
ملے فقیر کو خیراتِ جاہ یا زہرؓ

تیرا وجود ہے لاریب مرجع سادات
ہے تیری ذات سیادت پناہ یا زہرؓ

ہیں مرتضیٰؓ ! ترے شوہر تو مصطفیٰؐ بابا
زہے یہ اوج و شرف عزّوجاہ یا زہرؓ

ملے جو اِس کی اجازت مجھے شریعت سے
تو تیرا در ہو مری سجدہ گاہ یا زہرؓ

خدا کو میں نے سدا لاشریک جانا ہے
خدا کے سامنے رہنا گواہ یا زہرؓ

ہیں جن کے نور سے اُمّت کے روز و شب روشن
حسنؓ حسینؓ ترے مہر و ماہ یا زہرؑ

ترے حسینؓ کا کردار دیکھ کر اب تک
پکارتے ہیں ملک واہ واہ یا زہرؑ

دُرود تجھ پہ ہو مصداقِ بضعۃٌ منی
سلام تجھ پہ ہو گیتی پناہ یا زہرؑ

ہیں تیری آل سے پیرانِ پیر محی الدین
جو اولیا کے ہوئے سربراہ یا زہرؑ

بھروں تو کیسے بھروں دم تری غلامی کا
بہت بڑی ہے تری بارگاہ یا زہرؑ

کہاں تو ایک نجیبہ ، عفیفہ ، پاک نظر
کہاں مَیں ایک اَسیرِ گناہ یا زہرؑ

تُو بادشاہِ دو عالم کی ایک شہزادی
میں اک غریب تری گردِ راہ یا زہرؑ

اُجڑ چکا ہوں غمِ زندگی کے ہاتھوں سے
کھڑا ہوں در پہ بحالِ تباہ یا زہرؑ

ہُوں معصیت کی سیاہی مَلے ہوئے مُنہ پر
کیسے دکھاؤں یہ رُوئے سیاہ یا زھراؑ

مَیں گو بُرا ہوں، مگر تیرا وہ گھرانہ ہے
کیا بُروں سے بھی جس نے نباہ یا زھراؑ

بھری ہیں در سے ہزاروں نے جھولیاں اپنی
مِری طرف بھی کرم کی نگاہ یا زھراؑ

نہ پھیر آج مجھے اپنے در سے تُو خالی
کہ تیرے بابا ہیں شاہوں کے شاہ یا زھراؑ

جیوں تو لے کے جیوں تیری دولتِ نسبت
مَروں تو لے کے مَروں تیری چاہ یا زھراؑ

قدم بہ کُلبہ ما گر نہی ز روئے کرم
کنیم دیدہ و دل فرشِ راہ یا زھراؑ

فتادہ ایم بہ اُمیدِ یک نظر بہ درت
بحالِ غم نم زدگاں کن نگاہ یا زھراؑ

بروزِ حشر نہ پُرساں ہو جب کوئی اُس کا
ملے نصیر کو تیری پناہ یا زھراؑ

☆☆☆☆☆

روئے احمد کی شباہت چہرۂ انور میں ہے
جوہرِ پیغمبری زھراؑ! تیرے پیکر میں ہے
تُو ہوئی ہے مصطفیٰؐ کی گود میں پل کر جواں
لحہ لحہ تیرا چشمِ ساقیِ کوثر میں ہے
تیرا جوڑا خُلد سے لائے تھے جبریلِ امیں
رُخصتی تیری حیا و شرم کے زیور میں ہے
کربلا و طیبہ و مشھد ہو یا ارضِ نجف
تیرے پاکیزہ لہو کا رنگ ہر منظر میں ہے
پا سکا کوئی نہ انسانوں میں بعد از انبیاء
جو فضیلت علم کی زھراؑ ترے شوہر میں ہے
نوعِ انساں کو نہ حاصل ہو سکے گی تا ابد
اِک وہ تخصیصِ شرف جو آلِ پیغمبر میں ہے
مریم و حواؑ کو بھی رشک آئے شاید دیکھ کر
جو نجابت اس نبی کی لاڈلی دُختر میں ہے

اُن کے در سے بھرنے آیا ہوں میں کشکولِ مراد
دُھوم جن کے لطف و احساں کی زمانے بھر میں ہے

ہاتھ خالی آج بھی جو در سے لوٹاتے نہیں
اِک عجب دریا دلی طبعِ گدا پرور میں ہے

یہ وہ گھر ہے جس کا اِک اِک فرد ہے طبعاً غنی
فقر ہے گھٹی میں داخل خُسروی ٹھوکر میں ہے

مَیں رہوں گا پَر فشاں سوئے ضریحِ فاطمہ
طاقتِ پرواز جب تک میرے بال و پر میں ہے

صورت و سیرت میں ہیں یک رنگ زہراؑ و رسول
شان جو مُظہر نے پائی ہے، وہی مظہر میں ہے

شکر کی جا ہے کہ اپنے دونوں گھر آباد ہیں
دل میں ہے اُن کی تمنا، اُن کا سودا سر میں ہے

آج کی عورت ہو پردے سے مبّرا کس لیے
فاطمہ زہراؑ سی ہستی بھی اگر چادر میں ہے

آلِ زہراؑ سے کہا شبیر نے، رکھیئے گا یاد
صبر کا جو درس شامل اُسوۂ مادر میں ہے

آج شاید کربلا میں لٹ گیا زہراؑ کا گھر
قریہ قریہ ماتمی ، بزمِ عزا گھر گھر میں ہے

کربلا میں ہو چکے چھوٹے بڑے کیا سب شہید
کیوں یہ ہلچل سی بپا مہر و مہ و اختر میں ہے

سیّدہ زہراؑ ! خدا سے مانگ اس کی عافیت
تیرے بابا کی یہ اُمّت حالت ابتر میں ہے

ہر طرف خودکش دھماکے ، چارسو لاشوں کے ڈھیر
آج کا انسان از خود ساختہ محشر میں ہے

اے خوشا قسمت ، مرا سیارۂ نسبت نصیؔر
محوِ گردش پنجتن کے سرمدی محور میں ہے

☆☆☆☆☆

بحضورِ

امامِ عالی مقام حسین علیہ السلام

جس کی جرأت پہ جہانِ رنگ و بُو سجدے میں ہے
آج وہ رمز آشنائے سرِّ ھُو سجدے میں ہے

ہر نفس میں انشراحِ صدر کی خوشبو لیے
منزلِ حق کی مُجسّم جُستجو سجدے میں ہے

یا نیازِ بندگی اللہ کا اِک عبدِ خاص
حسب حکم فَاعْبُدُوہُ اسْجُدُو سجدے میں ہے

کیسا عابد ہے یہ مقتل کے مُصلّٰی پر کھڑا
کیا نمازی ہے کہ بے خوفِ عَدُو سجدے میں ہے

اے حسینؓ ابن علیؓ ! تجھ کو مبارک یہ عُروج
آج تُو اپنے خدا کے رُو برو سجدے میں ہے

جانب کعبہ جھکا مولودِ کعبہ کا پسر
قبلہ رو ہو کر حُسینؑ قبلہ رو سجدے میں ہے

ابن زہراؑ ! اِس تِری شانِ عبادت پہ سلام
سر پہ قاتل آچکا ہے اور تُو سجدے میں ہے

اللہ اللہ تیرا سجدہ اے شبیہ مصطفیٰؐ!
جیسے خود ذاتِ پیمبر ہُو بہُو سجدے میں ہے

یہ شرف کس کو ملا تیرے علاوہ بعدِ قتل
سر ہے نیزے کی بلندی پر، لہُو سجدے میں ہے

محو حیرت ہیں ملائک ، دم بخود ہے کائنات
آج مقتل میں علیؑ کا ماہرُو سجدے میں ہے

تھا عمل پیرا جو کَلّا لا تُطِعْهُ پر ، وہ آج
بن کے وَاسْجُدوَ اقْتَرِبْ کی آرزو سجدے میں ہے

سر کو سجدے میں کٹا کر کہہ گیا زہراؑ کا لال
کُچھ اگر ہے تو بشر کی آبرو سجدے میں ہے

کون جانے ، کون سمجھے ، کون سمجھائے نصیؔر
عابد و معبود کی جو گفتگو سجدے میں ہے

☆☆☆☆☆

در مدحِ حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ

حق ادا و حق نُما بغداد کی سرکار ہے
کیا تجھے بتلاؤں ، کیا بغداد کی سرکار ہے

مرجع اہلِ صفا بغداد کی سرکار ہے
سربراہِ اولیاء بغداد کی سرکار ہے

اِتباعِ اُسوۂ خیرالوریٰ میں عمر بھر
پیکرِ خوفِ خدا بغداد کی سرکار ہے

جس کی حق گوئی سے اہلِ شرک و بدعت کانپ اُٹھے
ترجماں توحید کا بغداد کی سرکار ہے

میری تیری حمد میں حرص و غرض بھی ہے شریک
لائقِ حمدِ خدا بغداد کی سرکار ہے

قاضی الحاجات کے در پر رہا جو سجدہ ریز
عجز کی وہ انتہا بغداد کی سرکار ہے

شب کی تاریکی میں تنہا دست بستہ اشک بار
حاضرِ بابِ عطا بغداد کی سرکار ہے
دن کو مصروفِ عبادت شام کو سرگرمِ ذکر
شب کو محوِ التجا بغداد کی سرکار ہے
اولیا کے ساتھ اطلاقِ ولایت میں شریک
شان میں سب سے جدا بغداد کی سرکار ہے
علم و حکمت میں علیؓ مولیٰ کا سجّادہ نشین
رازدارِ ھل اتیٰ بغداد کی سرکار ہے
کیا نبوّت کے جہانوں میں ہے ذاتِ مصطفیٰ
فقر کی دُنیا میں کیا بغداد کی سرکار ہے
جہل کی بنجر زمیں کو جس نے جل تھل کر دیا
علم کی ایسی گھٹا بغداد کی سرکار ہے
قُدرتیں پائیں ، مگر قُدرت پہ اِترایا نہیں
شرحِ تسلیم و رضا بغداد کی سرکار ہے
ہاتھ اُٹھتے تھے مگر مولیٰ کی مرضی دیکھ کر
واقفِ سرِّ دُعا بغداد کی سرکار ہے

☆☆☆☆☆

در مدحِ پیرانِ پیر حضرت محبوبِ سبحانی الشیخ
سیّد عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ السّامی

تری شان سب سے جدا غوثِ اعظمؓ
نہ پہنچے تجھے اولیا غوثِ اعظمؓ

جمالِ رسولِ خدا غوثِ اعظمؓ
جلالِ علیؓ مرتضیٰ غوثِ اعظمؓ

مزاجِ حسینؓ ابن زہراؓ کے وارث
شبیہؓ مجتبیٰ غوثِ اعظمؓ

اجابت بڑھے پیشوائی کو آگے
اُٹھائیں جو دستِ دُعا غوثِ اعظمؓ

نہ کیوں حل ہوں مُشکل سے مُشکل مسائل
کہ ہیں ابنِ مُشکل کُشا غوثِ اعظمؓ

رسولوں کے انداز نبیّوں کے تیور
ودیعت ہوئے تجھ کو یا غوثِ اعظمؒ

زمانے کا ہر پیر زیرِ قدم ہے
ہیں ایسے جگت پیشوا غوثِ اعظمؒ

پہنچتی ہے پھر کیسے نصرت خدا کی
ذرا کہہ کے تو دیکھ یا غوثِ اعظمؒ

نہیں ہے کوئی اور سارے جہاں میں
مرا پیر تیرے سوا غوثِ اعظمؒ

ذرا جلوۂ مصطفیٰؐ مَیں بھی دیکھوں
ذرا صورت اپنی دکھا غوثِ اعظمؒ

ترا دور افسوس پایا نہ میں نے
کبھی خواب ہی میں تُو آ غوثِ اعظمؒ

نہ اُٹھے ہیں خالی نہ اُٹھیں گے خالی
ترے در سے تیرے گدا غوثِ اعظمؒ

عنایت سے بھر دیجئے مری جھولی
کرم کیجیے آج یا غوثِ اعظمؒ

مصائب کے طوفاں سے ٹکرا رہا ہوں
میں لے کر ترا آسرا غوثِ اعظمؒ

ہوا ہے نہ ہوگا نہ ہے اِس جہاں میں
کوئی اور تیرے سوا "غوثِ اعظمؒ"

کجا یک گدا و کجا شاہؒ جیلاں
کجا یک فقیر و کجا غوثِ اعظمؒ

سناؤں نہ کیوں اِن کو افسانۂ دل
کہ ہیں میرے درد آشنا غوثِ اعظم

اگر اِن سے لو درسِ توُحید تمُ بھی
تو کر دیں اُسے کیا سے کیا غوثِ اعظمؒ

دُرستی عقائد کی کر لوں یہاں پر
کہ ہیں قبلۂ حق نما غوثِ اعظمؒ

نصؔیر آج آیا ہے بن کر سوالی
اِسے بھی ملے بھیک یا غوثِ اعظمؒ

☆☆☆☆☆

بحضورِ حضرت سیّد محمد الحسینی
ملقب بہ خواجہ گیسودراز، بندہ نواز قدس سرہٗ، گلبرگہ شریف (انڈیا)

22 مئی 2008 کو گلبرگہ شریف (انڈیا) حاضری کے لئے دورانِ سفر کہے گئے اشعار

بلند مرتبت و پاک باز ، بندہ نواز
دکن میں نائب شاہِ حجاز ، بندہ نواز

جہاں میں عشق الٰہی کے داعیِ برحق
امینِ دولتِ سوز و گداز ، بندہ نواز

قیامِ لیل و رکوع و سجود کے محرم
عبادتوں کے شناسائے راز ، بندہ نواز

جو ہیں وہ گلشنِ اسلام میں بہارِ قدم
تو باغِ فقر میں ہیں سروِ ناز ، بندہ نواز

شریعت اور طریقت میں ، علم و حکمت میں
حسنؓ حسینؓ ، علیؓ کے مجاز ، بندہ نواز

ہر اک زمیں پہ برستا ہے ابرِ فیض اُن کا
نوازتے ہیں بلا امتیاز ، بندہ نواز

نیاز تھا اُنھیں اِس درجہ اپنے خالق سے
کہ ماسوا سے رہے بے نیاز ، بندہ نواز

یہ بات لُطفِ خصوصی پر اُن کے ہے موقوف
جسے بھی چاہیں کریں سرفراز ، بندہ نواز

کہاں کہاں نہ تری دستگیریاں پہنچیں
ترے کرم پہ ہے بندے کو ناز ، بندہ نواز

تری حیات خُشوع و خُضوع کا مظہر
ترا وجود سراپا نماز ، بندہ نواز

زہے عروج کہ اقطاب و اولیا میں تجھے
دیا خدا نے عجب امتیاز ، بندہ نواز

ہے تیری ذات وہ آئینۂ جلی ، جس میں
جھلک رہا ہے خود آئینہ ساز ، بندہ نواز

صفات ہیں تری محمود اے خدا کے ولی
شہانِ وقت ہیں تیرے ایاز ، بندہ نواز

بہت بڑا ہے ترا نام اور کام بڑے
بہت بڑی تری درگاہِ ناز ، بندہ نواز

تجھے ہو کس لئے خلقِ خدا کی محتاجی
کہ خود خدا ہے ترا چارہ ساز ، بندہ نواز

دراز عمر نہ کیوں ہوں نصیرؔ شعر مرے
کہ میرے پیر ہیں گیسو دراز ، بندہ نواز

☆☆☆☆☆

ایں آہِ جگر سوزے در خلوتِ صحرا بہ
لیکن چہ کُنم کارے با انجمن دارم

غزلیات

ظلم کر دے نہ تیرا مائل فریاد مجھے
اِس قدر بھی نہ ستا او ستم ایجاد مجھے

رات پڑتی ہے تو آتا ہے کوئی یاد مجھے
تو نے رکھا نہ کہیں قابل ناشاد مجھے

جو خوشی آپ کی وہ میری خوشی بِسْمِ اللہ
آپ کرتے ہیں تو کردیجئے برباد مجھے

پوچھتے کیا ہو میرا حالِ پریشاں مجھ سے
ایسا کھویا ہوں کہ کچھ بھی نہ رہا یاد مجھے

میں قفس ہی سے گلستان کا نظارہ کر لوں
اتنی رخصت نہیں دیتا میرا صیّاد مجھے

رکھ سکے ہاتھ بھلا کون کسی کے منہ پر
لوگ کہتے ہیں تیرا کشتۂ بے داد مجھے

لینے دیجئے ابھی اِس دل کو اسیری کے مزے
ابھی کیجئے نہ خم زلف سے آزاد مجھے

بھول جاؤں میں زمانے کو تیری چاہت میں
یاد تیری رہے اللہ کرے یاد مجھے

اُس کی یادوں سے نصیر آج بھی دل ہے آباد
بھول کر بھی نہ کیا جس نے کبھی یاد مجھے

☆☆☆☆☆

❁

کاش حاصل مجھے یہ رنگِ تماشا ہوتا
روز و شب سامنے تیرا رُخِ زیبا ہوتا

رونقیں آتیں ، خوشی ہوتی ، نکلتے ارماں
تم قدم رکھتے مِرے گھر میں تو کیا کیا ہوتا

پھر مجھے عشق میں معذور سمجھتا ناصح
میری آنکھوں سے جو اُس نے تجھے دیکھا ہوتا

مہماں ہے کوئی دم کا یہ تمہارا بیمار
تُم بھی آ جاتے جو بالیں پہ تو اچھّا ہوتا

یوں نہ ٹھکراؤ اگر دے ہی دیا دِل تم کو
دِل تُمہارا جو نہ ہوتا تُو یہ کس کا ہوتا

بادِ نخوت سے تنک ظرف رہا ، ورنہ حباب
جھانکتا اپنے گریباں میں تو دریا ہوتا

جگمگاتیں مِرا آنگن وہ روپہلی کرنیں
کاش وہ چاند مِرے گھر میں بھی اُترا ہوتا

ہر گھڑی اُس کی معیّت کا تصوّر ہے نصؔیر
یہ بھی ہوتا نہ مرے ساتھ تو تنہا ہوتا

☆☆☆☆☆

نہ تم آئے شبِ وعدہ ، پریشاں رات بھر رکھا
دِیا اُمید کا میں نے جلا کر تا سحر رکھا

وہی دِل چھوڑ کر مجھ کو کسی کا ہو گیا آخر
جسے نازوں سے پالا ، جس کو ارمانوں سے گھر رکھا

جبیں کو مل گئی منزل ، مذاقِ بندگی اُبھرا
جنوں میں ڈوب کر جس دم تری چوکھٹ پہ سر رکھا

کہاں ہر ایک تیرے درد کی خیرات کے لائق
کرم تیرا کہ تُو نے مجھ کو بربادِ نظر رکھا

غم دُنیا و مافیھا کو رُخصت کر دیا میں نے
ترا غم تھا جسے دل سے لگائے عُمر بھر رکھا

سنا ہے کُھل گئے تھے اُن کے گیسو سیرِ گلشن میں
صبا تیرا بُرا ہو تو نے مجھ کو بے خبر رکھا

یہ اُس کے فیصلے ہیں جس کے حق میں جو بھی کر ڈالے
کسی کو دَر دِیا اپنا ، کسی کو دربدر رکھا

کبھی گزریں تو شاید دیکھ لوں میں اِک جھلک اُن کی
اِسی اُمیّد پر مدفن قریب رہ گزر رکھّا

بھری محفل میں ناحق رازِ اُلفت کر دیا اِفشا
محبت کا بھرم تو نے نہ کچھ اے چشمِ تر! رکھّا

جو خط اوروں کے آئے، اُس نے دیکھے دیر تک، لیکن
مرا خط ہاتھ میں لے کر اِدھر دیکھا اُدھر رکھّا

کوئی اُس طائرِ مجبور کی بے چارگی دیکھے
قفس میں بھی جسے صیّاد نے بے بال و پر رکھّا

یہ ممکن تھا ہم آ جاتے خرد مندوں کی باتوں میں
خوشا قسمت کہ فطرت نے ہمیں آشفتہ سر رکھّا

سر آنکھوں پر جسے اپنے بٹھایا عُمر بھر ہم نے
اُسی ظالم نے نظروں سے گرا کر عُمر بھر رکھّا

کہاں جا کر بھلا یوں دربدر کی ٹھوکریں کھاتے
نصیؔر اچھّا کیا تم نے ہمیشہ ایک در رکھّا

عنایت ہے یہ تجھ پر اے نصیؔر اُستادِ فطرت کی
کہ جو بھی لفظ رکھا شعر میں، مثلِ گہر رکھّا

☆☆☆☆☆

سُوئے گلشن وہ ترا گھر سے خراماں ہونا
سرو کا جھومنا ، غنچوں کا غزل خواں ہونا

خوبرو گرچہ ہوئے اور بھی لاکھوں ، لیکن
تجُھ سے مخصوص رہا خسروِ خوباں ہونا

زندگی بھر کی تمناؤں کا ٹھہرا حاصل
سامنے تیرے مرا خاک میں پنہاں ہونا

گھر میں وہ آئے تو، نہیں پاس کچھ اشکوں کے سوا
آج محسوس ہوا بے سرو ساماں ہونا

یہ تو اندر کا میرے درد ہے ، دُکھ ہے ، غم ہے
میرے رونے پہ کہیں تُم نہ پریشاں ہونا

یوں مِری آنکھ سے اُس چاند کا ہونا اوجھل
ہے سُہاگن کی بھری گود کا ویراں ہونا

واعظ شہر کی تقدیر میں یا ربّ ! جنت
میری قسمت میں ہو خاکِ درِ جاناں ہونا

خاک سے ہو کے ، مرا خاک میں جانا مر کر
اپنے ہی گھر میں ہو جیسے مرا مہماں ہونا

دل ہزاروں کے پریشاں کیے دیتا ہے
اِک ترے دوش پہ زُلفوں کا پریشاں ہونا

سامنے پا کے تجھے کیوں نہ مریں تجھ پر
کام پروانوں کا ہے شمع پہ قرباں ہونا

تم نے دریا ہی کو دیکھا ہے اُٹھاتے طوفاں
آج دیکھو کسی قطرے کا بھی طوفاں ہونا

مُنتخَب جس کو وہ فرمائے ، یہ اُس کی مرضی
کارِ ہر سنگ نہیں لعل بدخشاں ہونا

جتنا مُشکل ہے کسی اور کو کرنا تسلیم
اتنا مُشکل نہیں کافر کا مسلماں ہونا

شعر میں شرط ہے معیارِ تغزّل ورنہ
کُچھ بڑی بات نہیں صاحبِ دیواں ہونا

دے جو شاہی تجھے آواز ، تو مت بھول نصؔیر
اس سے بہتر ہے گدائے شہِ جیلاں ہونا

فقر کا تاج جو رکھے ہوئے ہوں سر پہ نصؔیر
ہیچ ہے اُن کے لئے وقت کا سلطان ہونا

☆☆☆☆☆

لُوٹے ہے دل والوں کو رنگِ تُرکانہ تیرا
دُنیا دیوانی تیری ، عالَم دِیوانہ تیرا

پیتے ہیں قسمت والے ساقی پیمانہ تیرا
رِندوں کی جائے سجدہ ، بابِ میخانہ تیرا

گلشن کا پتّہ پتّہ جُھومے آمد پر تیری

مُوجوں میں ڈالے ہلچل ساحل پر جانا تیرا

ارض و سما بھی کم ہیں تیری وسعت کے آگے
حیرت میں ہوں یہ سُن کر ، دل ہے کاشانہ تیرا

تُو ہے وہ سرِّ مستی ، تُو ہے وہ رازِ ہستی
آساں ہے کھونا خود کو ، مُشکل ہے پانا تیرا

قائم ہے میرا تجھ سے چُولی دامن کا رشتہ
تُو ہے جو شمعِ محفل ، میں ہوں پروانہ تیرا

تُو ہے وہ جانِ عالم ، شاہِ خوبانِ عالم
خَلقت متوالی تیری ، عالم مستانہ تیرا

تیرے قدموں کا بوسہ لینے کو اُٹھ بیٹھوں گا
مجھ کو کر دے گا زندہ ، مَرقدَ پر آنا تیرا

جلوہ دِکھلا دے اب تو اپنے نصؔیر کو تُو
بیٹھا ہے در پر تیرے کب سے دیوانہ تیرا

☆☆☆☆☆

رِند پیتے رہیں ، چلتا رہے پیمانہ ترا - یونہی روزانہ ترا

پیرا میخانہ ! سلامت رہے میخانہ ترا - جام و پیمانہ ترا

میری گھٹی میں پڑی ہے تری چاہت ساقی - رہے یارب باقی

میں ہوں عاشق ترا ، مجنوں ترا ، دیوانہ ترا - یعنی مستانہ ترا

حُسنِ اعمال سے خالی سہی میرا دامن - کوئی خوبی ہے نہ فن

میری بخشش کے لیے کم نہیں کہلانا ترا - مجھ کو اپنانا ترا

ہم غریبوں پہ بھی پڑ جائے اگر ایک نظر - گو سرِ راہ گزر

کیا بگڑ جائے گا اے مُرشدِ میخانہ ترا - دل ہے شاہانہ ترا

وہ مچلنا ترے در پر ترے متوالوں کا - تیرے بد حالوں کا

دیکھ لینا وہ بہ اندازِ کریمانہ ترا - گاہ گاہانہ ترا

کعبہ و دیر میں محدود تجھے کیوں جانوں - مُنحصر کیوں مانوں

کوئی ٹوٹا ہوا دل بھی تو ہے کاشانہ ترا - ہے یہ فرمانا ترا

چھین کر لے گیا زاہد کا غُرورِ تقویٰ - اور شعورِ تقویٰ

مجھ سے اک رندِ خرابات کو اپنانا ترا - در پہ بلوانا ترا

اُس کا معیارِ جنوں، صرف تری شمعِ جمال - اے مرے ماہِ کمال
یعنی ہر شمع پہ مرتا نہیں پروانہ ترا - ہو کے دیوانہ ترا

کیا عجب دور تھا آغازِ محبّت کا وہ دور - صبر میرا ترا جَور
اک تماشا تھا تڑپنا مِرا، تڑپانا ترا - اُس پہ اِترانا ترا

آ بنا دے مرے دل کو بھی تجلّی خانہ - اپنا ہی کاشانہ
منتظر کب سے ہوں اے جلوۂ جانانہ ترا - مُستمندانہ ترا

دیدنی تھی ترے شیدا کی وہ مرگِ حسرت - وقتِ آخر حالت
چل بسا دُنیا سے کہتے ہوئے افسانہ ترا - حرف و داعانہ ترا

کُفر و ایمان کے چکّر میں پڑے کیوں یہ نصیرؔ - یہ ترے در کا فقیر
دونوں گھر تیرے ہیں، کعبہ ترا، بت خانہ ترا - اپنا بیگانہ ترا

☆☆☆☆☆

❁

کم ہوا اُن کا غصّہ کچھ — خیر سے اُترا دریا کچھ

اپنوں نے آنکھیں پھیریں — اب دُنیا کو سمجھا کچھ

یہ معمولی بات نہیں — سب کچھ ہو کے نہ ہونا کچھ

خواہ مخواہ کی تُو تُو مَیں — لینا اور نہ دینا کچھ

ہم تو آپ کے اپنے ہیں — ہم سے نہ رکھیے پردا کچھ

سب کو چُپ لگ جائے گی — میں بھی اگر بُول اُٹھّا کچھ

آپ کو اپنی فکر تو ہے — میرے لیے بھی سوچا کچھ؟

مِل جُل کر شاید کچھ ہو — ہو نہ سکے گا تنہا کچھ

بزم پہ سحر سا طاری ہے — پڑھ دیا اُس نے ایسا کچھ

مے، وہ بھی ہاتھوں سے ترے — ساقی ! اور ابھی لا کچھ

یہ اجمال تو وہ تفصیل — ذرّہ کچھ ہے دریا کچھ

ایک حقیقت کے ہوتے — قطرہ کچھ ہے صحرا کچھ

اب کیا مانگ رہے ہو تم — مل تو گیا ہے اِتنا کچھ

تم جانو یا جانے غیر — اِس میں نہیں ہے میرا کچھ

حرص کا یہ عالم توبہ — اُس نے دیا ہے تھوڑا کچھ
اے زردار ! مزا تب تھا — دُنیا سے لے جاتا کچھ
جس نے اُن کو دیکھ لیا — اُس نے اور نہ دیکھا کچھ
اُن کی چاہت میری دُھن — نکلے خواہ نتیجہ کچھ
کرنے سے کچھ ہوتا ہے — خود سے نہیں ہو جاتا کچھ

اُن پہ نصیؔر نہ مرتے ہم
اِس میں ہاتھ ہے دِل کا کچھ

☆☆☆☆☆

کھا گئے ہم بھی دھوکہ کچھ
سمجھے کچھ تھے ، نکلا کچھ

لوگوں کا مت پُوچھو حال
محفل میں کچھ ، تنہا کچھ

یہ بھی کیا دستور ہوا
کہنا کچھ تو کرنا کچھ

گردشِ وقت نے پیس دیا
ہم بھی تھے ورنہ کیا کیا کچھ

آپ ہی آپ نظر آئے
اور نہ ہم نے دیکھا کچھ

وہ تُو مَیں نے صبر کیا
مُجھ پہ ہوا ہے تھوڑا کچھ؟

وقت کے سُلطاں ! ہاتھ بڑھا
در سے فقیر کے لے جا کچھ

ورنہ کل پچھتائے گا
دُنیا ہی میں کر جا کچھ

گزری خیر ، تم آ نکلے
ورنہ مجھے ہو جاتا کچھ

اُس کا درد وہی جانے
جو لگتا ہو جس کا کچھ

وہ بھی وہ ہیں مَیں بھی مَیں
ہو گا آج تماشا کچھ

اور سنو گے مجھ سے کیا
کہہ تو دیا ہے اتنا کچھ

یہ تو وقت بتائے گا
ہم میں کون ہے کتنا کچھ

کر لیے لاکھ جتن سب نے
پھر بھی نہ میرا بگڑا کچھ

سب کچھ اوپر والے کا — میرا اور نہ تیرا کچھ
قاصد ! بات ہو دو لفظی — وہ نہ سمجھ لیں کچھ کا کچھ
علم و بالِ جاں نکلا — کاش نہ آتا جاتا کچھ
مَیں اُن کا وہ میرے ہیں — مُجھ کو نہیں اب پروا کچھ
مَیں کیا جانوں واعظ کو — میرا نہیں وہ لگتا کچھ

اُن کا نصیرؔ ہوں دیوانہ
کہتی پھرے اب دُنیا کچھ

☆☆☆☆☆

بس یہی سوچ کے پہروں نہ رہا ہوش مجھے
کردیا ہو نہ کہیں تو نے فراموش مجھے
تیری آنکھوں کا یہ میخانہ سلامت ساقی
مست رکھتا ہے ترا بادۂ سرجوش مجھے
ہچکیاں موت کی آنے لگیں اب تو آ جا
اور کچھ دیر میں شاید نہ رہے ہوش مجھے
کب کا رسوا مرے اعمال مجھے کر دیتے
میری قسمت کہ ملا تجھ سا خطا پوش مجھے
کس کی آہٹ سے یہ سویا ہوا دل جاگ اُٹھا
کر دیا کس کی صدا نے ہمہ تن گوش مجھے
یاد کرتا رہا تسبیح کے دانوں پہ جسے
کر دیا ہے اُسی ظالم نے فراموش مجھے
ایک دو جام سے نیّت مری بھر جاتی تھی
تِری آنکھوں نے بنایا ہے بلا نوش مجھے

جیتے جی مجھ کو سمجھتے تھے جو اِک بارِ گراں
قبر تک لے کے گئے وہ بھی سرِ دوش مجھے

مجھ پہ کُھلنے نہیں دیتا وہ حقیقت میری
حجلۂ ذات میں رکھتا ہے وہ رُوپوش مجھے

صحبتِ میکدہ یاد آئے گی سب کو برسوں
نام لے لے کے مرا روئیں گے مے نوش مجھے

بُوئے گُل مانگنے آئے مرے ہونٹوں سے مہک
چومنے کو ترے مل جائیں جو پاپوش مجھے

زندگی کے غم و آلام کا مارا تھا مَیں
ماں کی آغوش لگی قبر کی آغوش مجھے

دے بھی سکتا ہوں نصؔیر اینٹ کا پتھر سے جواب
وہ تو رکھتا ہے مِرے ظرف نے خاموش مجھے

کوئی کرتا ہے نصؔیر آج مجبورِ فغاں
وہ تو رکھتا ہے مِرے ظرف نے خاموش مجھے

☆☆☆☆☆

❁

کسی کو تجھ سے بڑھ کر جلوۂ ساماں کون دیکھے گا
تجھے دیکھے گی دُنیا ، ماہِ تاباں کون دیکھے گا

اُسے دیکھا سرِدار و رسن ہم نے تو سر دے کر
ہمارے بعد دیکھیں رُوئے جاناں کون دیکھے گا

میری میّت کو کاندھا آج اگر وہ دے نہیں سکتے
تو کل جا کر بھلا گورِ غریباں کون دیکھے گا

سکوتِ بام و در ، آثارِ وحشت ، رنجِ تنہائی
بھری دُنیا میں ہم سا خانہ ویراں کون دیکھے گا

ارے واعظ ، حسابِ حشر سے ایسا بھی کیا ڈرنا
وہ بخشش پر تُلے تو فردِ عصیاں کون دیکھے گا

سُنو زِندانیو ضبطِ جنُوں عہدِ خزاں تک ہے
بہارِ آئی تو پھر دیوارِ زنداں کون دیکھے گا

جہاں میں اور بھی ہوں گے تمہارے دیکھنے والے
مگر میری طرح تم کو مری جاں کون دیکھے گا

رہے گا یہ تحیر تادمِ آرائشِ گیسو
پھر اِس کے بعد آئینے کو حیراں کون دیکھے گا

تُمہی کو دل دیا تم سے ہی اِس دل کو اُمیدیں ہیں
اگر دیکھا نہ تم نے دل کے ارماں کون دیکھے گا

کھڑا ہوں منتظر در پر نصیرؔ اُن کی اجازت کا
اشارا مل گیا تو سوئے درباں کو دیکھے گا

نصیرؔ اِس دَور میں پھر بھی غنیمت ہے وجود اپنا
ہمارے بعد ہم جیسا سخن داں کون دیکھے گا

☆☆☆☆☆

عہد پختہ کیا رندوں نے یہ پیمانے سے
خاک ہو جائیں گے نکلیں گے نہ میخانے سے

میرے ساقی ہو عطا مجھ کو بھی پیمانے سے
فیض پاتا ہے زمانہ ترے میخانے سے

کر ہی لیتا کبھی پینے سے میں توبہ ، لیکن
باز آتی نہیں آنکھیں تری پلوانے سے

مُجھ سے پوچھے کوئی کیا مُجھ پہ جُنوں میں گزری
قیس و فرہاد کے قصے تو ہیں افسانے سے

پیر میخانہ سلامت رہے تیری نسبت
بات بن جائے گی اپنی ، ترا کہلانے سے

واعظ شہر کی توبہ نہ کہیں ٹوٹی ہو
آج ھُو حق کی صدا آتی ہے میخانے سے

رند کے ظرف پہ ساقی کی نظر رہتی ہے
اِسے چُلّو سے پلا دی ، اُسے پیمانے سے

کون یہ آگ لگا دیتا ہے معلوم نہیں
روز اُٹھتا ہے دُھواں سا مرے کاشانے سے

شکوہَ ترکِ ملاقات بجا ہے ، لیکن
جس نے پی ہو وہ نکلتا نہیں میخانے سے

اِس سے بہتر نہ ملے فرشِ سکینت شاید
ہم پکاریں گے اُنہیں بیٹھ کے ویرانے سے

بے سہارا ہوں ، بوڑھاپے میں کہاں جاؤں نصیؔر
اب جنازہ ہی اُٹھے گا مرا میخانے سے

☆☆☆☆☆

ہم سا بھی ہو گا جہاں میں کوئی ناداں جاناں
بے رُخی کو بھی جو سمجھے ترا احساں جاناں

جب بھی کرتی ہے مرے دل کو پریشاں دُنیا
یاد آتی ہے تری زلفِ پریشاں جاناں

میں تری پہلی نظر کو نہیں بھُولا اب تک
آج بھی دل میں ہے پیوست وہ پیکاں جاناں

ہم سخن ہو کبھی آ ئینے سے باہر آ کر
اے مری روح ! مرے عکسِ گریزاں جاناں

دشت گلرنگ ہے کس آبلہ پا کے خوں سے
کر گیا کون بیاباں کو گلستان جاناں

مجھ سے باندھے تھے بنا کر جو ستاروں کو گواہ
کر دیئے تُو نے فراموش وہ پیماں جاناں

کبھی آتے ہوئے دیکھوں تجھے اپنے گھر میں
کاش پورا ہو مرے دل کا یہ ارماں جاناں

اک مسافر کو ترے شہر میں موت آئی تھی
شہر سے دور نہیں گورِ غریباں جاناں

یہ ترا حسن، یہ کافر سی ادائیں تیری
کون رہ سکتا ہے ایسے میں مُسلماں جاناں

کیوں تجھے ٹوٹ کے چاہے نہ خدائی ساری
کون ہے تیرے سوا یُوسفِ دوراں جاناں

نغمہ و شعر مرے ذوق کا حصّہ کب تھے
تیری آنکھوں نے بنایا ہے غزلخواں جاناں

جاں بہ لب ، خاک بسر ، آہ بہ دل ، خانہ بدوش
مجھ سا کوئی بھی نہ ہو بے سروساماں جاناں

یہ تو پوچھ اس سے کہ جس پر یہ بلا گزری ہے
کیا خبر تجھ کو کہ کیا ہے شب ہجراں جاناں

وہ تو اک نام تمھارا تھا کہ آڑے آیا
ورنہ دھر لیتی مجھے گردشِ دوراں جاناں

یہ وہ نسبت ہے جو ٹوٹی ہے نہ ٹوٹے گی کبھی
میں ترا خاک نشین ، تو مرا سلطاں جاناں

لطف آ جائے کہ خاموش کھڑی ہو دنیا
میں چلوں حشر میں کہتے ہوئے جاناں جاناں

در پہ حاضر ہے ترے، تیرا نصؔیرِ عاصی
تیرا مجرم، ترا شرمندۂ احساں جاناں

☆☆☆☆☆

کسی کافر کو نہ دِیں دار کو اپنا کرنا
ایک لمحے کے لئے یار کو اپنا کرنا

عشق میں قُرب کا ارمان بھی کیا ارماں ہے
سائے کو چھوڑنا ، دیوار کو اپنا کرنا

ہمیں بھُولی نہیں اب تک وہ وفا کی چالیں
یاد ہے اُس بُتِ عیّار کو اپنا کرنا

کِرچیاں چُننا سدا اپنے انا پیکر کی
اپنے ٹوٹے ہُوئے پندار کو اپنا کرنا

اُس کی باہنوں کے سہارے کی تمنا ، جیسے
دھوپ میں سایۂ دیوار کو اپنا کرنا

تُو ہی وہ یُوسفِ دوراں ہے کہ آتا ہے جسے
اِک جھلک میں بھرے بازار کو اپنا کرنا

اپنے ہو کر بھی یہ اپنے نہیں بنتے ، اپنے
ہوسکے تو دلِ اغیار کو اپنا کرنا

وہ تو اِک بات تھی ، ہم جس پر اڑے بیٹھے ہیں
ورنہ آتا ہے ہمیں یار کو اپنا کرنا

دل کے بدلے میں جو دل مانگے تو پھر، بسم اللہ
جنسِ اُلفت کے خریدار کو اپنا کرنا

پاکبازوں کا بہا لے گیا زَعمِ تقویٰ
یہ تِرا مجھ سے گنہگار کو اپنا کرنا

لاکھ اندھوں کی خجالت سے کہیں بہتر ہے
صرف اک دیدۂ بیدار کو اپنا کرنا

نازِ بے جا نہ اُٹھانا کسی اہل زَر کے
کسی مفلس کے دلِ زار کو اپنا کرنا

غمِ فرقت میں تڑپنا ہے مقدرّ اپنا
اپنی قسمت میں کہاں یار کو اپنا کرنا

روز مرہّ کا یہ ہے کھیل نصیرؔ اُن کے لئے
ایک دو باتوں میں دو چار کو اپنا کرنا

☆☆☆☆☆

۞

ہر طرف سے جھانکتا ہے رُوئے جانانہ مجھے
محفلِ ہستی ہے گویا آئینہ خانہ مجھے

اِک قیامت ڈھائے گا دُنیا سے اُٹھ جانا مرا
یاد کر کے روئیں گے یارانِ میخانہ مجھے

دل ملاتے بھی نہیں دامن چھڑاتے بھی نہیں
تم نے آخر کیوں بنا رکھّا ہے دیوانہ مجھے

یا کمالِ قُرب ہو یا انتہائے بُعد ہو
یا نبھانا ساتھ یا پھر بھُول ہی جانا مجھے

اُنگلیاں شب زادگانِ شہر کی اُٹھنے لگیں
میرے ساقی دے ذرا قندیلِ میخانہ مجھے

تُو ہی بتلا اِس تعلّق کو بھلا کیا نام دوں
ساری دُنیا کہہ رہی ہے تیرا دیوانہ مجھے

جس کے سنّاٹے ہوں میری خامشی سے ہم کلام
کاش مل جائے نصیرؔ اِک ایسا ویرانہ مجھے

☆☆☆☆☆

کبھی اُن کا نام لینا ، کبھی اُن کی بات کرنا
مرا ذوق اُن کی چاہت ، مرا شوق اُن پہ مرنا
وہ کسی کی جھیل آنکھیں وہ مری جنوں مزاجی
کبھی ڈوبنا اُبھر کر کبھی ڈوب کر اُبھرنا
ترے منچلوں کا جگ میں یہ عجب چلن رہا ہے
نہ کسی کی بات سُننا نہ کسی سے بات کرنا
شب غم نہ پوچھ کیسے ترے مبتلا پہ گزری
کبھی آہ بھر کے گرنا کبھی گر کے آہ بھرنا
وہ تری گلی کے تیور وہ نظر نظر پہ پہرے
وہ مرا کسی بہانے تجھے دیکھتے گزرنا
کہاں میرے دل کی حسرت کہاں میری نارسائی
کہاں تیرے گیسوؤں کا ترے دوش پر بکھرنا

تجھے دیکھ کر نہ جانے ابھی کیوں ہیں لوگ زندہ
ہے عجیب مذاقی تجھے دیکھ کر نہ مرنا

ترے سامنے سے آ کر کوئی آئینہ ہٹا دے
کہ بڑھا رہا ہے اُلجھن تری زلف کا سنورنا

مرا آشیاں جلا دے نہیں اِس کا خوف ، لیکن
نہ قفس میں قید کرکے مرے بال و پر کترنا

چلے لاکھ چال دُنیا ، ہو زمانہ لاکھ دشمن
جو تری پناہ میں ہو اُسے کیا کسی سے ڈرنا

وہ کریں گے ناخدائی تو لگے گی پار کشتی
ہے نصیرؔ ورنہ مشکل پار یوں اُترنا

☆☆☆☆☆

''چکر میں''

گزر جائے ہماری عُمر پیمانے کے چکّر میں
خدا مشغول رکھّے اُن کے میخانے کے چکّر میں

مبادا دھجیّاں چنتے پھرو جیب و گریباں کی
نہ پڑنا اُن کے دیوانے کو سمجھانے کے چکّر میں

کرشمہ کوئی دکھلا کر رہے گی گردشِ دوراں
کہ ہے تاریخ پھر سے خود کو دہرانے کے چکّر میں

گوارا تھا نہ میخانے کا جن کو نام تک لینا
سُنا ہے آج کل وہ بھی ہیں میخانے کے چکّر میں

ہمیں پیرانہ سالی میں بھی پیری سے تامّل ہے
جوانی میں بھی تم ہو پیر بن جانے کے چکّر میں

کہاں واعظ کہاں یہ منہ اندھیرے قصدِ میخانہ
یہ حضرت بھی ہیں شاید پینے پلوانے کے چکّر میں

اثر ہو خاک مجھ پر شیخ کی تسبیح رانی کا
کہ مُرغِ دیدہ ور آتا نہیں دانے کے چکّر میں

یہ دنیا آنی جانی ہے، یہاں ہر آن رہتا ہے
کوئی آنے کے چکّر میں، کوئی جانے کے چکّر میں

زہے قسمت نہ چُھوٹا مجھ سے میخانے کا دروازہ
رہا ہر چند واعظ مجھ کے بہکانے کے چکّر میں

وہ آ پہنچے تو پھر کیا تھا بدن میں رُوح لَوٹ آئی
مری میّت کو تھے احباب دفنانے کے چکّر میں

تم اس دنیا میں بس دنیا کے ہو کر نہ رہ جانا
نہ کھو دینا کہیں خود کو، اِسے پانے کے چکّر میں

الٰہی! آبرو رکھنا تم اپنے سادہ بندوں کی
کہ بے پیرے بھی ہیں کچھ پیر بن جانے کے چکّر میں

مشائخ، مولوی، حُفّاظ، مفتی، نعت خواں، قاری
یہ سب برطانیہ جاتے ہیں نذرانے کے چکّر میں

سمجھ پایا نہ میری مے کشی کے راز کو واعظ
رہا کم بخت مجھ کو راہ پر لانے کے چکّر میں
جو سمجھیں رشتۂ انسانیت کو آخری رشتہ
نہیں پڑتے کبھی وہ اپنے بیگانے کے چکّر میں
کوئی دیکھے نصیرؔ! اپنی یہ طولِ عُمر کی خواہش
کہ جینا چاہتے ہیں اُن پر مر جانے کے چکّر میں

☆☆☆☆☆

ہر بول اُس کا رُوح کے آزار چاٹ لے
جس کی زبان خاکِ درِ یار چاٹ لے

گُل چیں نہ پا سکا کبھی جوہر پہ دسترس
مشکل ہے کوئی پھول کی مہکار چاٹ لے

ملتا ہے اور تشنگیِ راہرو کو چین
پانی جو آبلے کا کوئی خار چاٹ لے

رہتا ہے زلفِ یار تری چھاؤں میں یہ دل
جب تیز دھوپ سایۂ اشجار چاٹ لے

مِٹتا نہیں کسی سے بھی رسوائیوں کا داغ
کس کی مجال، سُرخیِ اخبار چاٹ لے

مِل پائے ایسے قاتلِ شاطر کا کیا ثبوت
جو قتل کر کے خنجرِ خونخوار چاٹ لے

ایسے میں کیا بِکے کوئی سودا سرِ دکاں
بائع جب اُٹھ کے مغزِ خریدار چاٹ لے

اے خوش قدم! ذرا نظرِ بد سے ہوشیار
ایسا نہ ہو کہ شوخیِ رفتار چاٹ لے

اس خوف سے وہ رکھتے ہیں زلفیں لپیٹ کر
افعی کہیں نہ زلف کا رُخسار چاٹ لے

واعظ کی بات دل میں جو اُترے تو کس طرح
جب کان اس کی کثرتِ گُفتار چاٹ لے

اِترائیے نہ شوکتِ فانی پہ اس قدر
دیمک کہیں نہ کرسی سرکار چاٹ لے

منکر جو ہو نصیؔر کے فضل و کمال کا
کہہ دو اُسے نوشتۂ دیوار چاٹ لے

☆☆☆☆☆

نوٹ: ایک شاعر صاحب نے امتحان کے طور پر اس زمین میں ایک مصرع کہہ کر بھیجا کہ اگر نصیؔر صاحب اس میں پانچ شعر بھی کہہ دیں تو میں انہیں استاد مان جاؤں گا۔ میں نے بارہ شعر کہہ کر بھیج دیئے اور ساتھ لکھ بھیجا کہ آپ مجھے اُستاد اب بھی نہ مانیں، بلکہ اساتذۂ فن کے زمرہ تلامذہ ہی میں رہنے دیں۔ غزل کہہ کر بھیج رہا ہوں۔ (نصیؔر)

غزل در زمین خواجہ حافظ شیرازیؒ

خدا دہد بہ صبا اجرِ خدمتِ پرواز
کہ آورد خبر از دلربائے مُلکِ حجاز

دُعا کنند اسیرانِ سُنبلِ جُعدش
کہ باد تا بہ ابد عمرِ زُلفِ یار دراز

مرو مرو پس مرگم تو از سرِ بالیں
بیا بیا کہ درِ چشم شوق دارم باز

زہے نصیب ، تو سلطان و من گدائے درت
ہزار شکر منم بندہ و تُو بندہ نواز

زیارتِ رُخ ساقی بمیکدہ خوشتر
ز بانگ واعظِ خام و ز شیخِ شعبدہ باز

مکن مقابلہ حُسنِ اُو بحُسنِ کسے
کہ ہست دلبرم از جملہ دلبراں ممتاز

سلام من بہ گروہے کہ بے زمان و مکاں
بہ طاق ابروئے جاناں ادا کنند نماز
سر از لحد بدر آرند بہرِ پا بوسی
گہے گزر بہ سرِکشتہ گانِ غمزہ و ناز
حضور دل طلبی، با شکستگی خوکن
تو خلق راچہ فریبی بسجدہ ہائے دراز
سپند دار بتم روز و شب بہ آتشِ ہجر
نہ ہمدمے نہ رفیقے نہ مونس و دم ساز
میار جنسِ دوئی بر دکانِ یکتائی
مبین ز شرک نگاہی بحسنِ بے انباز
بہ اوجِ حسن حقیقت کجا رسد نظرش
گزشت ہر کہ نہ از پل صراطِ عشق مجاز
بزیرِ خاک برنگِ عروس خوابیدند
فغاں کہ ہیچ نیابم ز رفتہ گاں آواز
بیا بہ دُردیِ پیر مغاں قناعت کن
کنارہ گیر ز حلوا خورانِ مطبخ آز

بہ شکرِ آنکہ شُدی کامل النّصاب چو بدر
بدہ بہ قاسیہ قلباں زکوٰۃِ سوزوگداز

طریقِ اہلِ ادب نیست سرکشی کردن
تُو شمع وار در آتش بسوز و سر مفراز

قبول کن ز رہِ لطف آنچہ آوردیم
کہ مُفلسیم و نداریم جز متاعِ نیاز

رسید بر درِ تو با ہزار حسرتِ دل
مَراں نصیرِ حزیں را ز آستانہ ناز

غرض تتبع طرز است در غزل ، ورنہ
کُجا نصیر و کُجا شعرِ حافظ شیرازؒ

☆☆☆☆☆

نورِ باری سے چار سُو روشن

ہستی ہے ترے کرم سے یا ربّ! ہستی
معمور تجھی سے ہے بلندی پستی
تیرے ہی نور سے ہے روشن روشن
نگری نگری ، ہر ایک بستی بستی

وحدت و کثرت

ڈھونڈا ہے اُسے خانہ بہ خانہ ہم نے
وحدت کو تو کثرت ہی سے مانا ہم نے
خُورشید کو ظُلمت نے کیا ہے ممتاز
تنزیہہ کو تشبیہ سے جانا ہم نے

شہِ طیبہؐ کا مقام

کونین ہیں اُس ذاتِ گرامی کے لیے
جُھکتے ہیں مہ و مہر سلامی کے لیے
اللہ اللہ ! شہِ طیبہ کا مقام
مامور ہیں جبریل غلامی کے لیے

آمدِ ابرِ بہار

اب دیکھیے کب تک وہ نگار آتا ہے
اُٹھی ہے گھٹا ایسی کہ پیار آتا ہے
یہ جام' یہ مِینا' یہ سُبُو بادہ بہ لب
میخانہ لیے ابرِ بہار آتا ہے

چمن میں آمدِ یار

اشجار ہیں وجد میں، ہلے جاتے ہیں
شاخوں کے سرے گلے ملے جاتے ہیں
کیا ساتھ لیے اُن کو بہار آ پہنچی
خنداں ہے چمن، پھول کھلے جاتے ہیں

رند کا قبلۂ شوق

ہر رند یہاں محوِ دعا ہوتا ہے
طاعت کا جو حق ہے، وہ ادا ہوتا ہے
میخانے میں رند کے لیے قبلۂ شوق
ساقی کا نشانِ کفِ پا ہوتا ہے

اُجڑے گلزار میں بہار

اُمید کے غُنچوں پہ نکھار آ جائے
بیتاب تمنّا کو قرار آ جائے
آ جائے جو ہنستے ہوئے وہ شوخ ادا
اُجڑے گلزار میں بہار آ جائے

میرے گھر میں اُجالا

اربابِ وفا کا بول بالا ہو گا
جینے کا اب انداز نرالا ہو گا
سنتا ہوں وہ آرہے ہیں میری جانب
اب تو مرے گھر میں بھی اُجالا ہوگا

فضائے ہستی کی بے کیفی

کیا خاک جسے دہر میں پائے ہستی
سیلاب کی زد میں ہے بنائے ہستی
گُل، چاک جگر ہیں، دم بخود ہیں، غُنچے
بے کیف ہے کس درجہ فضائے ہستی

مقامِ گدائے درِ ساقی

تو زمزمۂ سازِ بقا ہے ساقی
جو تیرا ہوا، اُس کا خدا ہے ساقی
سلطانِ جہانگیر جسے کہتے ہیں
وہ شخص ترے در کا گدا ہے ساقی

مست نگاہی ساقی

بادہ نہیں، رنگینیٔ ہستی بھر دے
میرے لیے مہنگی ہو کہ سستی بھر دے
کافی ہے مجھے مست نگاہی ساقی
پیمانے میں مُسکرا کے مستی بھر دے

تابِ نظارہ کہاں

اِس راہ میں عُشّاق کے سر جاتے ہیں
اُلفت میں تری، جی سے گزر جاتے ہیں
دِیدار کی تاب تو انہیں کیا ہوتی؟
پرچھائیں تری دیکھ کے مر جاتے ہیں

صبحِ وطن یاد آئی

تزئینِ گُل و سَرو و سمن یاد آئی
کُہسار پہ سُورج کی کرن یاد آئی
شامِ غربت نے جب ستایا دل کو
تابندگیِ صبحِ وطن یاد آئی

خندۂ گل نے رُلایا

تقدیر نے کانٹے ہی فقط بوئے ہیں
ہم رات بھر آرام سے کب سوئے ہیں
پھولوں کو جو گلزار میں ہنستے دیکھا
شبنم کی طرح پھُوٹ کے ہم روئے ہیں

گل چیں کی ستم شعاری

ہرگز نہ چلن اپنا بدلنا سیکھا
ہر گام نئے قہر میں ڈھلنا سیکھا
گلچیں نے کب آدابِ گلستاں سیکھے
سیکھا بھی تو پھولوں کو مَسلنا سیکھا

ہمارا بادہ گلگوں

توبہ کی تو جان پر بنی ہوتی ہے
جو بوند ہے ہیرے کی کَنی ہوتی ہے
پیتے ہیں جو ہم بادۂ گلگوں زاہد!
پرویزنِ رحمت کی چھنی ہوتی ہے

جام کی کرامات

میخانے میں تقدیر بدل جاتی ہے
ساعت غم و آلام کی ٹل جاتی ہے
تاروں کی چمک، گل کی مہک، چاند کی ضو
مے بن کے مرے جام میں ڈھل جاتی ہے

شرابِ کہن

جو یاد رہے ایسی نشانی دیدے
اک گھونٹ شرابِ ارغوانی دیدے
در سے ترے ٹلنے کا نہیں میں ساقی!
ہوں رندِ کہن، مجھ کو پُرانی دیدے

ارے واعظ! تم بھی پی لو

چاکِ دلِ صد پارہ کو سی لو، سی لو
کچھ دیر تو آرام سے جی لو جی لو
اک جام پہ سو بار تأمل واعظ!
میخانے کی سوغات ہے پی لو، پی لو

شعلوں کو ہوا دے دو

پی کر کوئی رند کب نہ بہکا ساقی
وہ پھول کہاں ہے جو نہ مہکا ساقی
ساغر میں ذرا آنکھ کی مستی بھی مِلا
یہ آگ ہے اس آگ کو دہکا ساقی

اُس شوخ کی آمد

وہ شوخ ' مزاجِ آب و گل کا اعجاز
پازیب میں ہے نغمۂ کُن کی آواز
دستِ زُہّاد میں نہ ٹھہری تسبیح
جب آیا وہ با سلسلۂ زُلفِ دراز

واعظ کو خبر کیا؟

ساقی ہمیں سوگند ہے میخانے کی
دُھن رہتی ہے ہر آن یہاں آنے کی
لٹ جاتے ہیں گردش پہ بصیرت والے
واعظ کو خبر کیا؟ ترے پیمانے کی

جامِ چشمِ ساقی

سجدہ درِ ساقی پہ کیا کرتے ہیں
رحمت کے بھروسے پہ جیا کرتے ہیں
دیتا ہے وہ انکھڑیوں سے چھلکا کے شراب
آنکھوں آنکھوں میں ہم پیا کرتے ہیں

طلسمِ ہستی

اسبابِ طرب' دید کے لائق کم ہیں
فائق نہ سمجھئے انہیں' فائق کم ہیں
اک طُرفہ تماشا ہے طِلسمِ ہستی
دھوکوں کے ہیں انبار' حقائق کم ہیں

شیرازۂ رنج وغم

دنیا کو سراسر غلط اندازہ ہے
خاموش ہیں لب، زخمِ جگر تازہ ہے
میرے لیے جمعیّتِ خاطر کیسی
ہستی رنج و الم کا شیرازہ ہے

تیری برق نگاہی

فردوس سے جا ملی ہیں راہیں تیری
سرمایۂ زندگی ہیں بانہیں تیری
چلتی ہوئی تلوار ہے تیری شوخی
گرتی ہوئی بجلی ہیں نگاہیں تیری

تم آئے جانِ من!

میخانے میں ساقی کا چلن، کیا کہنا!
ماتھے پہ وہ زلفوں کا شکن، کیا کہنا!
محفل میں سمٹ آئی تھی دنیا کی بہار
ایسے میں تم آئے جانِ من! کیا کہنا

عطائے ساقی کی شہرت

رندی کو سزاوار بنا جاتا ہے
ساغر کا طلب گار بنا جاتا ہے
پھیلی ہے شہرتِ عطائے ساقی
جو ہے وہی میخوار بنا جاتا ہے

آبِ حیات

میخانے کا ہر ذرّہ ہے تحفہ' سوغات
رندی و سیہ مستی ہے اصلِ حسنات
ہر شیشہ ہے نُورِ نظرِ کاہکشاں
ہر بوند ہے لختِ جگرِ آب حیات

ساقی کا اندازِ عطا

ساغر سے مری آنکھ مِلی جاتی ہے
ہر آن کلی دل کی کھِلی جاتی ہے
لہرا کے پلا رہا ہے ساقی مجھ کو
تقدیس کی بنیاد ہِلی جاتی ہے

چشمِ ساقی کی فسوں کاری

ہر رند کے سر سے موت ٹل جاتی ہے
ہر پھانس کلیجے کی نکل جاتی ہے
جادو ہے تری آنکھ کی گردِش ساقی
اک دَور میں دُنیا ہی بدل جاتی ہے

جامِ توبہ شِکن

ساقی کی ادا میں بانکپن ہوتا ہے
میخانہ ہی رِندوں کا وطن ہوتا ہے
زاہد! یہاں ٹوٹے ہوئے دل جُڑتے ہیں
ہر جام یہاں توبہ شِکن ہوتا ہے

بیگانۂ احباب

میں نذرِ تب و تاب ہُوا جاتا ہوں
پابستۂ اسباب ہُوا جاتا ہوں
فرصت نہیں کاروبار ہستی سے مجھے
بیگانۂ احباب ہُوا جاتا ہوں

آئینۂ حق نما

پاکیزہ نگاہ و دلِ بے کینہ بن
پھر عالمِ اسرار کا گنجینہ بن
عرفانِ محبت کی جِلا چاہے اگر
حق جس میں ہو جلوہ گر، وہ آئینہ بن

اک رسمِ فنا لافانی ہے

جو شے بھی ہے اس دہر میں بس آنی ہے
جو چیز یہاں آئی ہے' وہ جانی ہے
ہر پیکر ہستی ہے یہاں نقش بر آب
اک رسم فنا دہر میں لافانی ہے

رشتۂ اُمید

ایاّم طَرَب اک شررِ جستہ ہیں
جو اہلِ زمانہ ہیں' جِگر خستہ ہیں
وہ دل کہ جو ہو گئے ہیں ٹکڑے ٹکڑے
بس رشتہ اُمّید سے وابستہ ہیں

نفیِ فرقِ من وتُو

مَے گلشنِ ایجاد میں ہے وجہ نمُو
ہے شہ رگِ ہستی میں رواں خُم کا لہو
ہر لغزشِ مستانہ ہے منزل کا نشاں
مٹتا ہے جامِ مَے سے فرقِ من و تُو

فیضانِ ساقی

ہے عشق کی مَستی ہی میں دانش مستُور
دُردِ تہ یک جام ہیں اِدراک و شعُور
چھینٹے ہیں شراب کے نُجوم و مہ و مِہر
فیضان ہے ساقی کا یہ سب نُور و ظہُور

خونِ رگِ تاک

خاکِ درِ میخانہ کا ہر ذرّہ ہے پاک
اِس خطے پہ قرباں ہے فضائے افلاک
تخلیق کی نس نس میں ہے صبا کی نمی
ہر ریشۂ زیست میں ہے خونِ رگِ تاک

کُوئے جاناں کی ہوا

زُہّاد کو جنّت کی فضا راس آئی
رندوں کو مئے ہوش رُبا راس آئی
جنّت سے غرض، نہ میکدے سے مطلب
ہم کو ترے کوچے کی ہوا راس آئی

پھول کی ادائے مست

تسکیں کا سبب بادِ صبا ہوتی ہے
ہر موج کی پُر کیف فضا ہوتی ہے
ہر غنچے سے آتی ہے جوانی کی مہک
ہر پھول میں مستی کی ادا ہوتی ہے

جوانی کی انگڑائیاں

نیرنگِ تگ و تاز، جوانی لائی
آہنگِ فسوں ساز، جوانی لائی
اک سوئے ہوئے دل کو جگانے کے لیے
صد عشوہ و انداز، جوانی لائی

تمنائے حسیناں

پابند جفا، وفا سے عاری دیکھے
فرمان عجب حُسن کے جاری دیکھے
سرمایۂ انداز و ادا لاکھ سہی
دنیا کے حَسیں دل کے بھکاری دیکھے

حال نہ پوچھو چہرہ دیکھو

ماحول پہ چھائی ہوئی آفت دیکھو
پامالیٔ گلزارِ محبّت دیکھو
پوچھو نہ مرے دل کی حقیقت مجھ سے
مُرجھائے ہوئے پھُول کی صورت دیکھو

بے خطر کود پڑا......

وارفتہ جو اُس شوخ پہ دنیا دیکھی
ہم نے بھی نظر حُسن پہ ٹھہرا دیکھی
انجام مُحبت کا نہ سوچا صد حیف
بس کُود پڑے آگ میں دیکھا دیکھی

سرکارِ محبت کا فیصلہ

ہر مسئلۂ حیات حل ہوتا ہے
ہر آن مشیّت پہ عمل ہوتا ہے
سب سے بڑی سرکار محبّت ہے نصیرؔ
اُس کا ہر فیصلہ اٹل ہوتا ہے

انوکھی ترغیب

دنیا میں جو انمول ہے وہ گوہر لے
دل کی آسودگی کا ساماں کر لے
رِندوں میں جو آیا ہے تو اے واعظ شہر!
اللہ کی نعمتوں سے جھولی بھر لے

گداؤں کی دُعا لیتا جا

بُوئے انفاسِ اولیاء لیتا جا
سرمستیٔ خاصانِ خدا لیتا جا
دم بھر کے لیے ٹھہر تو میخانے میں
اے شاہ! گداؤں کی دعا لیتا جا

دورِ پامالی

بے برگ و خزاں دیدہ ہے جو ڈالی ہے
چھائی ہوئی بیرنگی و بدحالی ہے
ہے وضعِ چمن روِش روِش سے ظاہر
ہر غنچہ و گُل پہ دَورِ پامالی ہے

ہیرا پھیری

کب اہلِ جہاں سنتے ہیں میری تیری
بے کس نظر آئے تو دکھائیں شیری
اس دور کی چال کو ذرا غور سے دیکھ
چلتی ہے ہر اک بات میں ہیرا پھیری

کیفیتِ چشم اُس کی

کیفیتِ چشم اُس کی گلابی ہو جائے
رفتار کا طَور ' اِنقلابی ہو جائے
اُن بہکی ہوئی نشے میں چُور آنکھوں کو
اک بار جو دیکھ لے' شرابی ہو جائے

چشمِ بدِ دُور

زاہد ہے تجھے آرزوئے حور و قُصور
اِخلاص عمل سے تری فطرت ہے نُفور
میرے لیے کافی ہے فقط جام شراب
یہ نُور بہت ہے مجھ کو' چشمِ بدِدُور

وہ کہیں نہ رُوٹھ جائیں

آتے ہیں جو اک سامنے' تنتے تنتے
بن جائیں گے دل کا چین' بنتے بنتے
باز آیئے آپ اپنی بے تابی سے
وہ رُوٹھ نہ جائیں کہیں مَنتے مَنتے

قافلہ سالارِ محبت بن جا

سرتا بہ قدم پیکرِ اُلفت بن جا
مضمون مقامات مروت بن جا
ہوں نقشِ قدم جس کے چراغِ منزل
وہ قافلہ سالارِ محبت بن جا

رفعتِ میخانہ

ساقی کا جو رندوں پہ کرم ہوتا ہے
ہر ذرہ خرابات کا، جم ہوتا ہے
میخانے کی رِفعت پہ نظر کر زاہد!
اس در پہ سر آسماں کا خم ہوتا ہے

رِندی و سلطانی

ہے چشم و چراغِ حرم و دیر، شراب
ہر قطرہ ہے خونِ رگ مہر و مہتاب
ہر رِند ہے سُلطانیِ عالَم کا امین
ہر مغ بچہ، جم و جاہ و مُعلّیٰ القاب

صاف ضمیری کا نشاں

چُھپتا نہیں نظروں سے کوئی زشت نہ خُوب
پیشانی پہ مکتوب ہیں اسرارِ قُلوب
ہے صاف ضمیری کا نشاں حق گوئی
آئینہ چھپاتا نہیں چہرے کے عُیوب

حاصلِ عمر

احساسِ بُلند و پست ہستی، دیدے
کچھ اور نہ دے، خدا پرستی دیدے
وہ نشہ عطا کر کہ رہے تا دمِ زیست
جو حاصلِ عُمر ہو، وہ مستی دیدے

ارمان وتمنا کی ساعیِ رائگاں

مانُوسِ مذاق دل شیدا نہ ہوئے
آثارِ مسرّت کبھی پیدا نہ ہوئے
ارمان و تمنّا نے بہت کاوش کی
حالاتِ سُکوں پھر بھی ہُویدا نہ ہوئے

طرفہ تماشا ہم ہیں

رنگینی و عشرت کا سراپا ہم ہیں
افسردگی و یاس کی دُنیا ہم ہیں
اللہ نے کیا چیز بنایا ہم کو
انسان نہیں، طُرفہ تماشا ہم ہیں

فسوں کاری جام و مینا

جب بزم میں ساغر سے چھلک جاتی ہے
قطرے کی چمک تا بہ فلک جاتی ہے
جب دَور میں آجاتے ہیں جام و مینا
یہ گردشِ ایام بہک جاتی ہے

آزارِ عشق

خود کو غم و حرماں میں نہ ڈھالے کوئی
اندوہ کے قُلزُم نہ کھنگالے کوئی
سو بار جہنم میں بلا سے کُودے
پر عشق کا آزار نہ پالے کوئی

دنیا کے عجیب کرشمے

غُنچوں کو حریفِ گُل و سوسن دیکھا
دہقان کو غارت گرِ خرمن دیکھا
یاربّ تری دنیا کے کرشمے ہیں عجیب
انسان کو انسان کا دشمن دیکھا

مرگِ مریضِ غم

دم بھر کو جو دِیدار نہ حاصل ہوگا
آزُردہ و افسُردہ مِرا دل ہوگا
بالیں پہ اگر تو دمِ آخر نہ ہوا
مرنا بھی مریضِ غم کو مشکل ہوگا

توقیرِ بارگہِ ساقی

میخانے پہ مولا کا کرم رہتا ہے
ساقی ہے پاس، دُور غم رہتا ہے
کیا کہنا ہے! اُس بارگہِ عزّت کا
جس پر سرِ افلاک بھی خَم رہتا ہے

ساغر میں قیامت

چاہا تھا سکون، مے مجھے دی تو نے
سینا سے ذرا سی آگ لے دی تو نے
میخانے میں جب قرار مانگا ساقی!
ساغر میں قیامت مجھے دے دی تو نے

وہ چلے جھٹک کے دامن

سینے میں تمنائے گل و خُم نہ رہی
دل کو ہوسِ لحن و ترنُّم نہ رہی
اوجھل جو ہوا چاند سا مکھڑا اُن کا
ہونٹوں پہ مرے موجِ تبسُّم نہ رہی

خسارۂ توقف

دل میرا گھٹا، آس مری ٹوٹ گئی
غم نے لوٹا، شگفتگی چھوٹ گئی
ساقی نے کہا ذرا توقُّف اے رند!
اتنے میں جو دیکھا تو کرن پھوٹ گئی

جینے کا مزا آجائے

تو کاش بہ صد ناز و ادا آجائے
مجھ تک ترے دامن کی ہَوا آ جائے
تسکین و تسلّی ہو مَیَسّر دل کو
جینے کا محبّت میں مزا آجائے

عذابِ ہجر

ہر شام شَفَق لہو میں نہلاتی ہے
ہر رات مجھے چاندنی تڑپاتی ہے
تاروں کی دمک ہجر میں ہے ایک عذاب
برچھی سی مرے دل میں اُتر جاتی ہے

گردشِ جام

کب گردشِ دوراں میں خلل پڑتا ہے
ہاں چشمۂ سرخوشی اُبل پڑتا ہے
جب رُکتا ہے اپنا کاروبارِ ہستی
ساقی اُٹھتا ہے' جام چل پڑتا ہے

الھڑ محبوب سے واسطہ

ہر وقت غم و الم کے جھگڑے توبہ
زاہد ہے اُجڈ تو شیخ اکھڑ توبہ
کس طور جلاؤں عشقِ خُوباں کے چراغ
میں سادہ مزاج اور وہ الھڑ توبہ

میری طبیعت

پہچان سکا کب کوئی فطرت میری
احباب نے سمجھی نہ حقیقت میری
ہر موج ہے تاب و تبِ پیہم کا پیام
بڑھتا ہوا طوفاں ہے طبیعت میری

فرخندگی و آزردگی

کُہرے میں دبی صُبحِ پر افشاں ہم ہیں
مہتابِ شبِ فصلِ زمستاں ہم ہیں
آسودہ و فرخندہ و خنداں ہو تم
آزردہ و حیران و پریشاں ہم ہیں

نگاہوں کی ضرب کاری

ظالم ہو بڑے، ظُلم کیا ہے تم نے
ہم کو ہنس ہنس کے جُل دیا ہے تم نے
بے ساختہ آنکھوں سے لڑا کر آنکھیں
اک وار میں دل چھین لیا ہے تم نے

نگاہوں سے قسمت بدل دینے والے

اُفتاد غم و درد کی ٹل جائے گی
جو دل میں چُبھن ہے، وہ نِکل جائے گی
دیکھو گے جو تم چشمِ کرم سے مجھ کو
سچ مُچ مری تقدیر بدل جائے گی

ساقی سے التجائے مکرر

اُڑنے ہی کو ہے شبِ مُعطّر ساقی
آنے ہی کو ہے صبح کا لشکر ساقی
ہاں دیر نہ کر کرم میں' ہاں دیر نہ کر
ساغر ساغر اک اور ساغر ساقی

اجازت ہو اگر

کیوں دِیدۂ عالم سے چُھپا کر پی لوں
کیوں سب کی نگاہوں سے بچا کر پی لوں
ساقی ترے قربان' اجازت ہو اگر
میخانے کو میں سر پہ اُٹھا کر پی لوں

خوش نصیب میخوار

ہر اک کو یہ اِنعام کہاں ملتا ہے
یہ چین ، یہ آرام کہاں ملتا ہے
پیتے ہیں ترے ساتھ مُقدّر والے
ہاتھوں سے ترے جام کہاں ملتا ہے

یادِ شباب

تھی موج کے مانند روانی میری
اِن لالہ رُخوں نے بات مانی میری
جس پر قربان تھیں ہزاروں پریاں
اللہ! کہاں ہے وہ جوانی میری

احبابِ فراموش گار

تُو بھی ہے اُنہیں میں سے نہ یہ مانیں گے
شائستۂ محفل نہ تجھے جانیں گے
یہ رنج و مصائب میں تجھے یاد رہے
احباب نہ بھولے سے بھی پہچانیں گے

بتائیں کس کو؟

اب حُسن کی بیداد بتائیں کس کو
ہے داد نہ فریاد، بتائیں کس کو
آباد کیا غیر کا گھر اُس بُت نے
ہم ہو گئے برباد بتائیں کس کو

جو بیت گئی سو بیت گئی

دن رات جو تھا حال ہمارا نہ سُنو
کیوں کر ہُوا اُلفت میں گزارا نہ سُنو
سُنتے ہی اُلٹ جائے گی دل کی دنیا
جو بیت گئی ہم پہ خدارا نہ سُنو

سادگیِ عُشّاق

مایوسیٔ تقدیر لیے پھرتے ہیں
جذبات کی زنجیر لیے پھرتے ہیں
فریاد! کہ برباد کیا ہے جس نے
اُس شوخ کی تصویر لیے پھرتے ہیں

گردشِ جام کے کرشمے

محتاط بھی خاکِ خُم میں دھنستے دیکھے
مغمُوم بھی میخانے میں ہنستے دیکھے
رندوں ہی پہ موقوف نہیں گردش جام
زُہّاد بھی اِس دام میں پھنستے دیکھے

مے کا مزا

مسلک ہی وہاں فقر و غنا ہوتا ہے
میخانے میں شاہ، ہر گدا ہوتا ہے
رہتی نہیں میخوار کو دنیا کی ہوس
مے ہوتی ہے یا مے کا مزا ہوتا ہے

نظرِ ساقی کی سحر کاری

رِندوں پہ اگر بابِ کرم کُھل جائے
اک گُھونٹ ہی میں راہِ حرم کُھل جائے
تُل جائے پلانے پہ جو ساقی کی نظر
ہر صُوفی و زاہد کا بھرم کُھل جائے

درِ ساقی پہ تقدیر بدلتی ہے

سینے سے خلِش غم کی نکلتی دیکھی
بدلی غم و آلام کی ٹلتی دیکھی
انسان کی نیّت ہی نہ بدلی ساقی
تقدیر ترے در پہ بدلتی دیکھی

جب وقت پڑا

انجامِ طَرب غم ہے، نہ یہ جان سکے
سمجھے بھی مگر پھر بھی نہ ہم مان سکے
غیروں کے تغافُل کی شِکایت بے سُود
جب وقت پڑا دوست نہ پہچان سکے

فریبِ امید

طُوفان ہی وہ نہیں جو ٹل جاتا ہے
ماتم کا وہ دن نہیں جو ڈھل جاتا ہے
تسکین کی شکل ہے فریبِ اُمید
یوں بھی دلِ ناکام بہل جاتا ہے

اِک زُلفِ پریشاں مار گئی

دل لوٹ لیا ، حُسنِ ادا نے مارا
شوخی نے کبھی ، کبھی حیا نے مارا
تھم تھم کے ہوئی بارشِ تیرِ مژگاں
بکھری ہوئی زُلفوں کی گھٹا نے مارا

وفا مشکل ہے

غم سہنا بشر کو بخدا مشکل ہے
دشمن کے لیے حرفِ دُعا مشکل ہے
آسان ہے کہنے کو محبّت ، لیکن
پابندیِ آدابِ وفا مشکل ہے

اُس کو پایا تو میں خود گم ہو گیا

بیگانۂ روزگار ہو جاؤں گا
سر رکھ کے درِ ناز پہ سو جاؤں گا
دیدار کی صورت تو نکل آنے دو
میں آپ کو پا لوں گا تو کھو جاؤں گا

درِ ساقی پہ عقدہ کشائی

میخانے کی توہین نہ کر یوں دن رات
ملتی ہے یہیں پہ آ کے انساں کو نجات
کچھ ہوش ٹھکانے ہیں ترے اے واعظ!
کھلتا ہے یہیں پہ عقدۂ ذات و صفات

ہر شے میں اُسی کا جلوہ ہے

اربابِ نظر کے لیے ہر سنگ ہے طُور
ہر شے میں اُسی کا نور، ہے اُس کا ظُہور
میخانہ و مسجد ہیں اُسی کے مظہر
بخشے اللہ تجھ کو تھوڑا سا شُعور

قرارِ دل وجاں ساقی

اک جام سے سب کاہشِ غم جاتی ہے
بارشِ غم و اندوہ کی تھم جاتی ہے
ساقی! تری ہستی ہے دل و جاں کا قرار
محفل ترے آجانے سے جم جاتی ہے

بیتے دنوں کی یادیں

توبہ کے جو طَور تھے پرانے نہ رہے
وہ گوشہ نشینی کے زمانے نہ رہے
میخانے میں جب جھوم کے ساقی آیا
زاہد کے بھی اوسان ٹھکانے نہ رہے

مے کی شفا بخشی

زاہد کی تو نیّت ہی بدل جاتی ہے
توبہ رُکتی نہیں ، مچل جاتی ہے
مے سے کچھ اور فائدہ ہو کہ نہ ہو
سینوں سے کدورت تو نکل جاتی ہے

کشفِ رُموزِ ہستی

عُشاق کے مسلک میں ہے اَلعِلمُ حجاب
عشق ایک حقیقت ہے مگر عقل ہے خواب
میخانے میں کُھلتے ہیں رموز ہستی
اربابِ مدارس ہیں فقط اہلِ کتاب

مجھے پینے سے نہ روک

مِنبر سے جو تفرقے کا اِظہار نہ ہو
میخانہ و مسجد کی یہ پیکار نہ ہو
خود پی کہ نہ پی مجھ کو تو پینے سے نہ روک
اللہ سے کر خوف گنہگار نہ ہو

روٹھا دلبر

اُس بارگہِ ناز میں جاؤں کیوں کر
آتا ہی نہیں راہ پہ لاؤں کیوں کر
دل پیش کروں کہ جاں کا نذرانہ دوں
رُوٹھے ہوئے دلبر کو مناؤں کیوں کر

جب اُٹھ گئے بازار سے گاہک تو ہم آئے

ظُلمات میں انوار کہاں سے لاؤں
اب مصر کے بازار کہاں سے لاؤں
حیراں ہو کہ اے یُوسفِ کنعانِ سخن!
میں تیرا خریدار کہاں سے لاؤں

ایک مکالمہ

پوچھا ، کوئی تعزیر خطا باقی ہے
غارت گری حسن و ادا باقی ہے
بولے! تجھے برباد کیا ، دل توڑا
بس ختم ہوا ظلم ، جفا باقی ہے

نگاہِ سرمست کی تباہ کاریاں

حُسن اور تری برق نگاہی توبہ
ایمان کی برملا تباہی توبہ
جس پر بھی پڑی تیری نگاہِ سرمست
دل تھام کے رہ گیا ، الٰہی توبہ

ساقی! نظر ملا کے پلا

مانا کہ عجیب چیز مے ہوتی ہے
پُرکَیف صدائے صدف و نَے ہوتی ہے
میخانے کی رونقیں مُسلّم، لیکن
ساقی کی نظر اور ہی شے ہوتی ہے

حسن یار رشکِ صد گلزار

ہر عِشوہ، ہر انداز عجب ہوتا ہے
عُشاؔق کی جانوں پہ غضب ہوتا ہے
ظالم! گُلشن میں تیرا ہنستا چہرہ
شرمندگیِ گل کا سبب ہوتا ہے

تبّرکِ ساقی

زاہد مجھے جنت کا طلب گار نہ کر
جو بس میں نہیں اُس کا تُو اقرار نہ کر
مانا کہ نہیں ہے ترا مسلک، رندی
ساقی کے تبرک سے تو انکار نہ کر

گھونٹ گھونٹ پیتا ہوں

جب محفلِ جم جام سے جم جاتی ہے
گردش سحر و شام کی تھم جاتی ہے
جب جھوم کے گھونٹ گھونٹ پیتا ہوں میں
تا عرش دعا قدم قدم جاتی ہے

تاثیرِ میخانہ

میخانے میں دنیا ہی بدل جاتی ہے
آفت غمِ ایّام کی ٹل جاتی ہے
اے شیخ! تری لغزشِ مستانہ سے
کچھ دیر طبیعت تو سنبھل جاتی ہے

ان حسینوں سے اللہ بچائے

اُس شوخ کی رفتار' عیاذاً باللہ
یہ حشر کے آثار' عیاذاً باللہ
آفاق کے سینے میں بپا ہے ہلچل
پازیب کی جھنکار' عیاذاً باللہ

زُلفِ دراز

تیرے قربان اے مرے پیکر ناز
روحِ عُشّاق و جانِ اربابِ نیاز
کوتاہیِ بخت سے خِجل ہو زاہد
تو آئے جو بکھرائے ہوئے زلف دراز

جینے کا حوصلہ

اِس دہر میں کیا لطف ملا، کچھ بھی نہیں
صدیوں بھی اگر کوئی جِیا، کچھ بھی نہیں
ہر حال میں ہے حوصلہ مندی لازم
بے حوصلہ جینے کا مزا کچھ بھی نہیں

سنگِ ملامت

ہے دورِ طرب، سایۂ ابرِ گُزراں
ہر خندہ ہے تاب و شررِ برق، یہاں
ہر سانس کو تو سنگ ملامت ہی سمجھ
ہستی ہے تری کارگہِ شیشہ گراں

گلشن کا فسانہ

مجموعۂ افکارِ زمانہ دل ہے
اجڑے ہوئے گلشن کا فسانہ دل ہے
دل پر ہیں قیامت کی بلائیں نازل
پیکانِ حوادث کا نشانہ دل ہے

انقلابِ زمانہ

در جتنے ہیں، دیوار بنے جاتے ہیں
جو سروِ ہیں، وہ دار بنے جاتے ہیں
فریاد کہ گلشن کے مہکتے ہوئے پھول
آنکھوں میں مری خار بنے جاتے ہیں

منعم کو نصیحت

یوں دیدۂ حق نگر کو خیرہ نہ کرو
حرص اور حسَدَ اپنا وطیرہ نہ کرو
مُنعِم ہو تو مُفلِس کی ضرورت سمجھو
سیم و زر و مال کو ذخیرہ نہ کرو

نگاہِ فکر و فن کا اعجاز

ذرّے کو حریفِ مہرِ انور کر دوں
صحرا کو بہشتِ رُوح پرور کر دوں
اعجازِ نگاہِ فکر و فن سے اپنی
قطرے کو وہ چمکاؤں کہ گوہر کر دوں

تاثیرِ اشعار

مسحور دل و نظر نہ کر دوں تو سہی
ادراک کو خود نگر نہ کر دوں تو سہی
محفل کو سنا کے شعر ہائے پُر کیف
کونین سے بے خبر نہ کر دوں تو سہی

ہم صدیوں کی کہانی ہیں

ماضی کی نوائے نکتہ دانی ہم ہیں
بیتی ہوئی صدیوں کی کہانی ہم ہیں
اے وقت رواں! گرا نہ یوں نظروں سے
گزرے ہوئے دور کی نشانی ہم ہیں

فسانہ خواں فسانہ بن گیا

ہر چند کہ دیکھا ہے زمانہ ہم نے
سمجھا نہ زمانے کا ترانہ ہم نے
آئے تھے سنانے ہم فسانہ دل کا
خود ہی کو بنا دیا فسانہ ہم نے

چمن کو دیکھئے ہر زاویے سے

حُسنِ سَمَن و لالہ پہ جو مرتے ہیں
گُل چِیں کی جفاؤں سے کہاں ڈرتے ہیں
ہر پھول کے پہلو میں چھپے ہیں کانٹے
گلزار میں ظالم بھی بسر کرتے ہیں

دستِ ساقی سے پیوں

راس آئے، نگینے کا مزا تو جب ہے
دل خوش رہے، جینے کا مزا تو جب ہے
میں ڈٹ کے پیوں اور پلائے ساقی
میخانے میں پینے کا مزا تو جب ہے

جانِ چمن

وہ حُسن کہاں نہ ہو تری خُو جس میں
بے کیف وہ پھول ہے، نہ ہو بُو جس میں
ساقی ترے دم سے ہے چمن میں رونق
ویرانہ ہے وہ چمن، نہ ہو تُو جس میں

اُن کی جفا میری وفا

آئینہ انداز و ادا میں گُم ہیں
سب جلوہ ہستی کی فضا میں گُم ہیں
تم کاوشِ تدبیر جفا میں بیخود
ہم کاہشِ تدبیر وفا میں گُم ہیں

اُجالا بن کے آجاؤ

چاہو ادنیٰ کو تم تو اعلیٰ کر دو
جو پست ہو، اُس کا بول بالا کر دو
تاریک ہے دنیائے تمنّا میری
تم آ کے اندھیرے میں اُجالا کر دو

اُفَوِّضُ اَمری اِلی اللہ

اِفلاس سے جب پڑا ہے پالا میرا
احباب نے ہر عیب اُچھالا میرا
افسوس! نگاہ پھیر لی دنیا نے
اللہ ہے اب دیکھنے والا میرا

تمنائے عاشقِ زار

لاریب کسی زُلف کو چُھو آئی ہے
تجھ سے مجھے فردوس کی بُو آئی ہے
آ! بادِ صبا تیری بلائیں لے لوں
ساقی کے قدم چُوم کے تُو آئی ہے

متوالی چال یاد آتی

دیکھا جو انہیں کاہکشاں یاد آئی
تاروں کی وہ رنگین کماں یاد آئی
لہراتی ہوئی گھٹا نظر سے گزری
رفتار گل افشان بتاں یاد آئی

ضبطِ صدا

اے پیرِ مُغاں کے راز دارو! خاموش
کھل جائے نہ بھید، میکسارو! خاموش
ہاں بزم کے آداب رہیں پیش نگاہ
یا بارگہ کیف ہے یارو! خاموش

اک ہنگامۂ بیدار

آسرار سے خالی نہیں رنگِ مستی
پستی ہے بُلندی تو بُلندی پستی
سوئے ہوئے ذرّوں کو جگانے کے لیے
ہنگامۂ بیدار ہے میری ہستی

مظہرِ جمالِ احد

زُلفوں کے نثار، خال و خد کے قرباں
زیبائی و رعنائیِ قد کے قرباں
جلوہ ہے ترا نورِ ازل کا پرتَو
صنعت گریِ ذاتِ احَد کے قرباں

ناصحِ ناداں

سرِ رشتۂ حرفِ آرزو توڑ دیا
پیمانۂ ذوقِ جستجو توڑ دیا
مے کی بوند بھی میّسر نہ ہوئی
صد حیف کہ ناصح نے سُبو توڑ دیا

بادۂ تطہیر

غُنچۂ دلِ مُضطر کا کھلا دے ساقی
اس حسن سراپا سے ملا دے ساقی
مل جائے مری ساقیِ کوثر سے نظر
وہ بادۂ تطہیر پلا دے ساقی

بدلی میری تقدیر ہے

بجلی سی دلِ زُہد پہ لہراتی ہے
توبہ پہ بہر گام بَلا آتی ہے
لے ڈوبی مجھے تیری توجہ ساقی!
رِندی مری تقدیر بنی جاتی ہے

شجرہ مہریہ معینیہ

